Over 185K Followers

27 OCT TO 02 NOV, 2025 ۲۷ اکتوبر تا ۲ نومبر ۲۰۲۵

صارفین سے سرکار تک چیف ایڈیٹر: شیخ راشد عالم

کنزیومر واچ

ایڈیٹر: نشید آفاقی

CONSUMER WATCH KARACHI

Government of Pakistan office of the Press Registrar Islamabad Registration No.2793

BRAND OF THE YEAR AWARDS 2025 NORTHERN EDITION

AN HONOUR LIKE NO OTHER

a non-profit BRANDS FOUNDATION Organization

16th Brand of the Year Awards 2025: A Remarkable success

برانڈ پاور اکانومی ہی ملکی ترقی کا نیا راستہ ہے

چیئرمین سینیٹ یوسف رضا گیلانی

Over 185K Followers on social media now shining in print too

Brand of the Year Awards 2025 – Northern Edition

16th EDITION

BRANDS FOUNDATION

AN HONOUR LIKE NO OTHER

BRAND OF THE YEAR AWARDS 2025 NORTHERN EDITION

برانڈ پاور اکانومی ہی ملکی ترقی کا نیا راستہ ہے، چیئرمین سینیٹ یوسف رضا گیلانی

پاکستانی برانڈز عالمی سطح پر پہچان بنا رہے ہیں، ملک کا مثبت تشخص اجاگر کرنے میں نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں

نوجوان نسل میں تخلیقی صلاحیت، ٹیکنالوجی کا علم اور عزم موجود ہے جو پاکستان کو نئی معاشی سمت دے سکتا ہے

حکومت کا کردار کاروبار میں مداخلت نہیں بلکہ ایسا سازگار ماحول بنانا ہے جہاں تجارت و سرمایہ کاری فروغ پائے

کامیاب برانڈز ملک کی ساکھ بہتر بناتے ہیں، عالمی سطح پر پاکستان کی شناخت اور اقتصادی سفارت کاری کو مضبوط کرتے ہیں

چیئرمین سینیٹ یوسف رضا گیلانی کا اسلام آباد میں منعقدہ سولہویں سالانہ برانڈز آف دی ایئر ایوارڈز کی تقریب سے بطور مہمانِ خصوصی خطاب

کنزیومر واچ نیوز

چیئرمین سینیٹ آف پاکستان سید یوسف رضا گیلانی نے کہا ہے کہ برانڈز کسی ملک کی معیشت اور عالمی شناخت کی ریڑھ کی ہڈی ہوتے ہیں، جو نہ صرف معاشی ترقی کے محرک ہیں بلکہ اقتصادی سفارت کاری کے لیے بھی نہایت مؤثر ذریعہ ہیں۔ وہ اسلام آباد میں منعقدہ سولہویں سالانہ برانڈز آف دی ایئر ایوارڈز کی تقریب سے بطور مہمانِ خصوصی خطاب کر رہے تھے۔ اپنے کلیدی خطاب میں چیئرمین سینیٹ نے کہا کہ پاکستانی برانڈز عالمی سطح پر اپنی پہچان قائم کر رہے ہیں اور پاکستان کا مثبت تشخص اجاگر کرنے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کھیل، آئی ٹی، صنعت اور خدمات کے شعبوں میں کامیابیوں کے ذریعے پاکستانی برانڈز ملک کی عالمی ساکھ کو مارکیٹنگ کا نتیجہ ہوتا ہے۔ نوجوانوں سے خطاب کرتے ہوئے ان کا کہنا تھا کہ پاکستان کی نئی نسل تخلیقی صلاحیت، ٹیکنالوجی کا علم اور عزم رکھتی ہے — یہی وہ عناصر ہیں جو ملک کو ''برانڈ پاور اکانومی'' کی طرف لے جا سکتے ہیں۔ چیئرمین گیلانی نے کہا کہ پاکستانی برانڈز اپنی دیانت داری، معیار اور تخلیقی صلاحیت کی بنیاد پر عالمی منڈیوں میں نمایاں ہو رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ڈیجیٹل معیشت کے تیز رفتار دور میں اب چھوٹے شہروں اور دیہی علاقوں کے نوجوان بھی ای کامرس اور ڈیجیٹل پلیٹ فارمز کے ذریعے عالمی منڈیوں سے جڑ گئے ہیں۔ انہوں نے واضح کیا کہ حکومت کا کام کاروبار میں مداخلت نہیں بلکہ ایسا سازگار ماحول پیدا کرنا ہے جہاں تجارت، سرمایہ کاری اور صنعت فروغ پا سکیں۔ ان کے مطابق: ''ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ایسا سکے۔ چیئرمین سینیٹ نے کہا کہ آج کی دنیا میں ترقی یافتہ معیشتوں کی بنیاد صرف زراعت، صنعت یا خدمات پر نہیں بلکہ ان کے عالمی سطح پر تسلیم شدہ برانڈز پر ہے۔ ان کا کہنا تھا: ''پروڈکٹ وہ ہے جو آپ فروخت کرتے ہیں، مگر برانڈ وہ ہے جس کی بنیاد پر صارف خریدنے کا فیصلہ کرتا ہے۔'' انہوں نے زور دیا کہ پاکستانی برانڈز کو پائیدار کامیابی کے لیے قیمت سے زیادہ معیار اور اعتماد کو ترجیح دینی چاہیے۔ ان کے مطابق جب بھی کوئی پاکستانی برانڈ کھیلوں کے سامان، آئی ٹی سروسز یا فیشن کے شعبے میں عالمی سطح پر کامیابی حاصل کرتا ہے تو وہ پاکستان کا چہرہ بن جاتا ہے، جو ملک کی ساکھ بہتر بناتا اور اقتصادی سفارت کاری کو مضبوط کرتا ہے۔ چیئرمین گیلانی نے برانڈز فاؤنڈیشن کی کاروباری ثقافت اور معیار برتری کے فروغ میں ''ایک پُراعتماد، متحرک اور معاشی طور پر مضبوط پاکستان کے معمار'' قرار دیا۔ تقریب کے اختتام صنعت، تجارت، آئی ٹی، میڈیا اور کاروباری حلقوں کی ممتاز شخصیات نے شرکت کی۔

Over 185K Followers on social media now shining in print too

Brand of the Year Awards 2025 – Northern Edition

27 OCT TO 02 NOV, 2025 ☆☆ ۲۷ اکتوبر تا ۲ نومبر ۲۰۲۵ ☆☆

صارفین سے سرکار تک

چیف ایڈیٹر: شیخ راشد عالم

کنزیومر واچ

CONSUMER WATCH KARACHI

https://www.facebook.com/ Consumer-watch.com

مجلس ادارت:

● چیف ایڈیٹر: شیخ راشد عالم ● ایگزیکٹو ایڈیٹر: ڈاکٹر ہما بخاری ● ایڈیٹر: نشید آفاقی

● لیگل ایڈوائزر: ندیم شیخ ایڈووکیٹ ● ایم ڈی سیلز اینڈ مارکیٹنگ: ظفر حسین،

● ڈائریکٹر بزنس ڈیولپمنٹ: ثوبیہ شاکر علی ● پریس منیجر: شکیل احمد خان

● رپورٹنگ ٹیم: احمد حسین انصاری، نصیر الدین، جاوید احمد

محمد دانش، ارباب حسین، حسنین احمد

● رپورٹنگ ٹیم: احمد حسین انصاری، نصیر الدین، جاوید احمد

محمد دانش، ارباب حسین، حسنین احمد

دفتر کا پتہ: H41، پی ای سی ایچ ایس، بلاک 2، کراچی

فون نمبر: 021-34528802-3

فرمان الٰہی

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

پوچھو کہ بھلا تمہارے شریکوں میں کون ایسا ہے کہ حق کا رستہ دکھائے، کہہ دو کہ اللہ ہی حق کا رستہ دکھاتا ہے، بھلا جو حق کا رستہ دکھائے وہ اس قابل ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ کہ جب تک کوئی اسے رستہ نہ بتائے، رستہ نہ پائے تو تم کو کیا ہوا ہے کیسا انصاف کرتے ہو؟

سورۃ یونس 10 - آیت نمبر 35

مجھے ہے حکم اذاں...............!

کسٹمز اپریزمنٹ (ویسٹ) کلکٹریٹ کراچی کی جانب سے بھارتی سامان کی غیر قانونی درآمد کی کوششوں کو ناکام بنانا بلاشبہ ایک قابلِ تحسین اقدام ہے۔ یہ کارروائی نہ صرف پاکستان کی تجارتی سالمیت کے تحفظ کی علامت ہے بلکہ اس امر کی بھی عکاس ہے کہ ریاستی ادارے اپنی ذمہ داریاں نبھانے میں مستعد ہیں۔ تاہم، یہ واقعہ ایک سنگین سوال بھی اٹھاتا ہے کہ آخر ایسی ممنوعہ درآمدات کی کوششیں بار بار کیوں سامنے آ رہی ہیں اور اس کے پیچھے کون سا منظم نیٹ ورک کارفرما ہے؟ پاکستان اور بھارت کے درمیان موجود سیاسی کشیدگی کے پیشِ نظر حکومتِ پاکستان نے بھارتی مصنوعات کی درآمد پر پابندی عائد کر رکھی ہے۔ اس پس منظر میں بھارتی اشیا کو کسی دوسرے ملک بالخصوص چین، متحدہ عرب امارات یا ترکیہ کے نام سے ظاہر کر کے درآمد کرنے کی کوشش محض تجارتی بددیانتی نہیں بلکہ قومی پالیسی کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ ایسے اقدامات نہ صرف ملکی قوانین کو پامال کرتے ہیں بلکہ پاکستان کے صنعتی شعبے کو بھی نقصان پہنچاتے ہیں، جو پہلے ہی عالمی مسابقت کے دباؤ کا شکار ہے۔

یہ امر اطمینان بخش ہے کہ کسٹمز حکام نے بروقت اور تکنیکی طور پر درست تفتیش کے ذریعے یہ فراڈ بے نقاب کیا۔ درآمدی کھیپوں پر "میڈ اِن انڈیا" کے نشانات اور تبدیل شدہ لیبل ظاہر کرتے ہیں کہ یہ کوششیں محض غلطی نہیں بلکہ سوچی سمجھی سازش کا حصہ تھیں۔ ایسے میں یہ ضروری ہے کہ متعلقہ درآمد کنندگان کے خلاف سخت قانونی کارروائی عمل میں لائی جائے تاکہ مستقبل میں کوئی بھی شخص ملکی مفاد کے خلاف ایسی جسارت نہ کر سکے۔

یہ معاملہ اس جانب بھی اشارہ کرتا ہے کہ پاکستان کے بندرگاہی نظام میں نگرانی کو مزید مضبوط بنانے کی ضرورت ہے۔ اگر کسٹمز حکام کی مستعدی نہ ہوتی تو لاکھوں روپے مالیت کا بھارتی سامان ملکی مارکیٹ میں پہنچ جاتا، جو نہ صرف مقامی صنعت کے لیے نقصان دہ ہوتا بلکہ حکومتی پالیسیوں کا مذاق بھی اڑاتا۔ اس موقع پر فیڈرل بورڈ آف ریونیو (ایف بی آر) کو چاہیے کہ وہ درآمدی نظام میں جدید ٹریکنگ، انسپیکشن اور ڈیجیٹل تصدیق کے نظام متعارف کروائے تاکہ جعلی ملکِ اصل (Origin of Country) ظاہر کرنے کی گنجائش نہ رہے۔ مزید برآں، تاجر برادری کو بھی سمجھنا چاہیے کہ قلیل مدتی منافع کے لالچ میں ملک کے قوانین اور مفادات کو نقصان پہنچانا دراصل خود ان کے لیے طویل المدتی نقصان کا باعث بنتا ہے۔ ایک شفاف اور قانونی تجارتی ماحول ہی ملکی معیشت کو مستحکم اور پائیدار ترقی کی جانب لے جا سکتا ہے۔ آخر میں، کسٹمز کراچی کی یہ کارروائی ایک مثال ہے کہ اگر ریاستی ادارے نیک نیتی، پیشہ ورانہ مہارت اور قومی ذمہ داری کے ساتھ کام کریں تو غیر قانونی تجارت کے دروازے بند کیے جا سکتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسے اقدامات محض وقتی کارروائی تک محدود نہ رہیں بلکہ ایک جامع پالیسی فریم ورک کے تحت مستقل بنیادوں پر جاری رکھے جائیں تاکہ پاکستان کی تجارتی خودمختاری محفوظ رہے اور قانون کی بالادستی حقیقی معنوں میں قائم ہو۔

خیر اندیش

شیخ راشد عالم

چیف ایڈیٹر کنزیومر واچ

Top Stories — ٹاپ اسٹوریز

PAGE 04

پاکستان افریقہ معاشی تعلقات نئی بلندیوں کو چھو سکتے ہیں

PAGE 10

پرنٹ میڈیا کا دور ابھی ختم نہیں ہوا، ڈاکٹر جبار خٹک

PAGE 06

چین کا خاموش دماغ کوانٹم کمپیوٹنگ

PAGE 12

غیر ملکی منافع کی واپسی میں نمایاں اضافہ

PAGE 08

ملکی معیشت اور آئی ایم ایف کی رپورٹ

PAGE 14

نیپرا کا کے الیکٹرک ٹیرف جائزہ: شفاف توانائی پالیسی یا غلط فہمیوں کا شکار بیانیہ؟

چیف ایڈیٹر و پبلشر شیخ راشد عالم نے فیئر پرنٹنگ پریس راجہ ٹاور بلڈنگ، برنس روڈ سے چھپوا کر H-41، پی ای سی ایچ ایس، بلاک 2 کراچی سے شائع کیا

پاکستان افریقہ معاشی تعلقات نئی بلندیوں کو چھو سکتے ہیں

بزنس پوائنٹ
شیخ راشد عالم

براعظم افریقہ جو کبھی بھوک، افلاس اور غربت کی جیتی جاگتی تصویر سمجھا جاتا تھا، آج تیز رفتار ترقی اور مسلسل معاشی تبدیلیوں کے باعث دنیا کی توجہ کا مرکز بن چکا ہے۔ قدرتی وسائل سے مالا مال یہ براعظم 54 ممالک، ایک ارب چالیس کروڑ آبادی، اور تقریباً تین کھرب ڈالر کے جی ڈی پی کے ساتھ عالمی معیشت کا ایک اہم کردار بن چکا ہے۔

بڑھتی ہوئی آبادی، زرخیز زمین، کان کنی، توانائی کے وسائل اور تیزی سے ترقی کرتی معیشت نے دنیا کی بڑی طاقتوں کو اس براعظم کی طرف متوجہ کر لیا ہے۔

براعظم افریقہ کی اہمیت اس بات سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ ترکی کے صدر رجب طیب اردوان نے استنبول میں منعقدہ ترک افریقہ بزنس فورم میں بتایا کہ افریقہ کے ساتھ ترکی کی تجارت کا حجم 2003 میں 5.4 ارب ڈالر سے بڑھ کر 2024 میں 40 ارب ڈالر تک پہنچ گیا ہے۔ ترک تعمیراتی کمپنیوں نے افریقہ میں دو ہزار سے زیادہ منصوبے مکمل کیے ہیں جن کی مجموعی مالیت 97 ارب ڈالر سے زائد ہے۔

چین نے اپنے بیلٹ اینڈ روڈ انیشی ایٹو کے تحت افریقہ میں بندرگاہوں، ریلوے لائنوں، شاہراہوں، توانائی کے منصوبوں اور صنعتی زونز میں 300 ارب ڈالر سے زائد سرمایہ کاری کی ہے۔ ایتھوپیا، کینیا، نائیجیریا اور مصر جیسے ممالک میں چینی انجینئرز سینکڑوں منصوبے مکمل کر چکے ہیں۔ بیجنگ نے افریقہ کو قرضوں، تکنیکی معاونت اور انفراسٹرکچر کی فراہمی کے ذریعے اپنی مضبوط شراکت داری کا مرکز بنایا ہے۔

بھارت نے افریقہ کے ساتھ تاریخی تعلقات کو جدید انداز میں استوار کیا ہے۔ نئی دہلی نے تعلیم، آئی ٹی، صحت، فارماسیوٹیکل اور قابلِ تجدید توانائی کے شعبوں میں نمایاں سرمایہ کاری کی ہے۔ بھارتی کمپنیاں کینیا، جنوبی افریقہ اور نائیجیریا میں موبائل بینکنگ، انفارمیشن ٹیکنالوجی اور دواؤں کی صنعت میں اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔

یورپی یونین افریقہ کو اپنی قریب ترین ابھرتی ہوئی مارکیٹ قرار دیتی ہے۔ یورپ نے توانائی، زراعت، گرین انرجی اور صنعتی زونز کے قیام میں بڑے پیمانے پر شراکت داری کی ہے۔ یورپی سرمایہ کار افریقہ میں روزگار کے لاکھوں مواقع پیدا کر رہے ہیں، جس سے مقامی معیشتوں کو استحکام حاصل ہو رہا ہے۔

ایسے عالمی ماحول میں پاکستان نے بھی افریقہ کی بڑھتی ہوئی مارکیٹ کی جانب توجہ مبذول کی ہے۔

حکومتِ پاکستان نے چند سال قبل Look Africa Policy کا آغاز کیا جس کا مقصد براعظم افریقہ کے ساتھ تجارت اور سرمایہ کاری کے نئے راستے کھولنا ہے۔ اسی سلسلے میں پاکستان افریقہ اکنامک کونسل تشکیل دی جا رہی ہے جو پاکستان اور افریقہ کے درمیان ایک مضبوط پل کا کردار ادا کرے گی۔ یہ کونسل ٹیکنالوجی، تعلیم و تربیت، صنعت، روزگار اور تجارت کے فروغ کے لیے سرگرمِ عمل ہوگی۔ منصوبے کے تحت پچاس ہزار افراد کی تربیت، ایک لاکھ ملازمتوں کے مواقع، اور دو ارب ڈالر کی پاکستانی سرمایہ کاری کو عملی شکل دی جائے گی۔

پاکستانی برآمدات اب جنوبی افریقہ، کینیا، نائیجیریا، مصر اور تنزانیہ جیسے ممالک تک پھیل چکی ہیں۔ ان میں چاول، ٹیکسٹائل، کھیلوں کا سامان، سرجیکل آلات اور ادویات نمایاں ہیں۔ پاکستانی کمپنیاں زراعت، فوڈ پراسیسنگ، تعمیرات، توانائی اور کان کنی کے شعبوں میں شمولیت کی تیاری کر رہی ہیں۔

افریقہ اس وقت انفراسٹرکچر اور توانائی کے کئی عظیم منصوبوں کا مرکز ہے، جن میں مشرقی افریقہ ریلوے نیٹ ورک، مغربی افریقہ پاور گرڈ، اور شمالی افریقہ کے شمسی توانائی کے میگا پراجیکٹس شامل ہیں۔ ان منصوبوں میں پاکستانی انجینئرنگ، کنسٹرکشن اور ٹیکنالوجی کمپنیوں کے لیے شمولیت کے بے شمار مواقع موجود ہیں۔

افریقہ تیزی سے عالمی سرمایہ کاری، تجارت اور ترقی کا نیا محور بنتا جا رہا ہے۔ پاکستان کے لیے یہ ایک سنہری موقع ہے کہ وہ اپنی افرادی قوت، صنعتی مہارت اور کاروباری تجربے کے ذریعے اس ابھرتے ہوئے براعظم میں فعال کردار ادا کرے۔ پاکستان افریقہ اکنامک کونسل، نجی شعبے کی شمولیت، اور ''Look Africa Policy'' کے عملی اقدامات سے آنے والے برسوں میں پاکستان اور افریقہ کے تعلقات نئی بلندیوں کو چھو سکتے ہیں۔

چین کا خاموش دماغ۔ کوانٹم کمپیوٹنگ

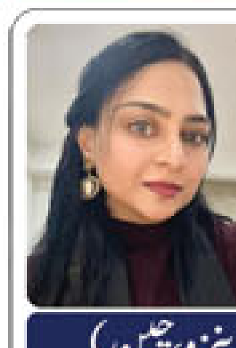

نئے جہاں کی تلاش
ارم زہرا (وینزو، چین)

میں شنگھائی کے انٹرنیشنل ایئرپورٹ کے ہال میں کھڑی تھی، کھڑکی کے اُس پار جگمگاتی روشنیوں کا سمندر پھیلا ہوا تھا۔ اکتوبر کی ٹھنڈی ہوا جیسے میرے حواس کو ہلکے ہلکے تھپکیاں دے رہی تھی۔ دل میں ایک عجب سی گدگدی تھی۔ جیسے میں کسی نئے جہاں میں قدم رکھنے والی ہوں۔ میں، ٹیکنالوجی کے اس دیوہیکل شہر میں یہ دیکھ رہی تھی کہ آخر چین نے اپنی سیمی کنڈکٹر انڈسٹری کو کس طرح دنیا کے سینے پر نقش کیا ہے۔

ٹیکسی نے جب شنگھائی کے جدید ہائی وے پر رفتار پکڑی، تو دونوں اطراف بلند و بالا عمارتیں ایسے اٹھتی چلی گئیں جیسے لوہے کے درخت آسمان کو چھونے نکلے ہوں۔ میں نے سوچا، یہی وہ سرزمین ہے جہاں '' چائنا سلیکون 2030۔'' کے خواب حقیقت کا روپ دھار رہے ہیں۔

یہ کوئی عام منصوبہ نہیں، بلکہ ایک ایسا قومی عزم ہے جس نے پورے ملک کو ایک سمت میں کھڑا کر دیا ہے۔ '' چائنا سلیکون 2030 '' دراصل اس خواب کا نام ہے جس کے تحت چین نے فیصلہ کیا کہ اب وہ سیمی کنڈکٹرز کے لیے کسی پر انحصار نہیں کرے گا، بلکہ اپنی چپ اپنی سرزمین پر بنائے گا۔ تیزی سے، بہتر انداز میں، اور دنیا کو پیچھے چھوڑ کر۔

یہ منصوبہ اُس وقت جنم لینے لگا جب عالمی سطح پر ٹیکنالوجی کی رسہ کشی تیز ہوئی، اور غیر ملکی پابندیوں نے چین کو یاد دلایا کہ ٹیکنالوجی میں خودمختاری ہی اصل طاقت ہے۔ اسی ضرورت نے اسے ایک بڑے وژن میں ڈھالا۔ ایسا وژن جو فیکٹریوں سے آگے، قوم کے مزاج میں سرایت کر گیا۔

اس کے مقاصد واضح ہیں۔ جو خود کفالت، عالمی قیادت، اور ایک ایسا صنعتی ڈھانچہ جو آنے والے برسوں میں نہ صرف چین بلکہ پوری دنیا کے ٹیکنالوجی نقشے کو بدل دے۔ یہ صرف چپس بنانے کا منصوبہ نہیں، یہ ایک سوچ کی آزادی کا اعلان ہے

اگلی صبح میں شنگھائی انوویشن زون پہنچی۔ اندر داخل ہوتے ہی محسوس ہوا جیسے میں کسی مستقبل کے شہر میں آ گئی ہوں۔ ہوا میں ہلکی سی دھند تھی، مگر عمارتوں کے شیشوں سے جھلکتی نیلی روشنی سب کچھ شفاف بنا رہی تھی۔ یہاں سیمی کنڈکٹر فاؤنڈریز کے اندر جانے کے لیے مجھے خاص لباس پہننا پڑا سفید اوورآل، دستانے اور ماسک۔ اندر کا منظر نقری، روشنیوں سے منور تھا اور ایسی صفائی جو روح تک سرایت کر جائے۔

میرے ساتھ ایک چینی انجینئر تھی، مس لی۔ وہ آہستہ آہستہ بولتی تھی، جیسے کسی مقدس علم کے اسرار کھول رہی ہو۔ اُس نے بتایا کہ چین نے ''China scillicon 2030 پروگرام کے تحت 3 نینو میٹر (3nm) ٹیکنالوجی پر مبنی چپس کی مقامی تیاری شروع کر دی ہے۔ شنگھائی اور شینزن میں فیکٹریاں دن رات جاگتی ہیں۔ ایک مشین بند ہو تو دوسری سانس لیتی ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ ''ہم وقت سے دوڑ لگانے نکلے ہیں، کیونکہ ٹیکنالوجی میں جو پیچھے رہ گیا، وہ ماضی بن جاتا ہے۔''

میں نے دیکھا۔ روبوٹ بازو دھیرے دھیرے حرکت کر رہے تھے، جیسے کسی کلاسیکل رقص کی مشق ہو رہی ہو۔ روشنیوں کی جھلملاہٹ میں سرور کا سا عالم تھا۔ یہی وہ لمحہ تھا جب مجھے احساس ہوا کہ ٹیکنالوجی صرف تاروں اور مشینوں کا کھیل نہیں، بلکہ ایک خواب ہے۔ محنت، نظم و ضبط اور عزم کا خواب۔

یہاں ایک کونے میں ایک بورڈ لگا تھا

Self-reliance — 2030,
Leadership2025

یہ صرف نعرہ نہیں تھا، ایک قوم کا منشور تھا۔ امریکا کی پابندیوں نے جس ٹیکنالوجی کی رسائی محدود کی، چین نے اسی کو اپنی سب سے بڑی تحریک بنا لیا۔ یہاں 200 ارب یوآن کی سرمایہ کاری ہو چکی ہے۔ یہ صرف ایک صنعتی منصوبہ نہیں بلکہ قومی وقار کا استعارہ بن چکا ہے۔

میں نے کراچی کے اپنے گلی کوچوں کو یاد کیا۔ وہی دھندلی شامیں، وہی بے ترتیب شور اور سوچا، کاش ہمارے ہاں بھی ایسا کوئی خواب اجتماعی جذبے میں ڈھل پاتا۔ میرے سامنے چین تھا۔ ایک ایسی قوم جس نے خواب دیکھا، اور پھر اُسے بُن کر دھرتی پر اتار دیا۔

واپسی پر گاڑی جب شہر کی سڑکوں پر واپس اتر رہی تھی، تو شنگھائی کی روشنیاں میرے ذہن میں نقش ہو چکی تھیں۔ مجھے لگا جیسے یہ سفر صرف ایک ملک کا نہیں، ایک مستقبل کا سفر تھا۔

اگلی صبح ابھی مکمل بیدار نہیں ہوئی تھی۔ شنگھائی کے آسمان پر ہلکی ہلکی دھند تیر رہی تھی جیسے کسی مصور نے نیلے کینوس پر دودھیا رنگ ہلکے ہاتھ سے پھیر دیا ہو۔ میں ہوٹل کی بالکونی میں کھڑی چائے کی چسکیاں لے رہی تھی اور ذہن میں پچھلے روز کا منظر گھوم رہا تھا۔ وہ سیمی کنڈکٹر فاؤنڈری کی جگمگاتی دنیا، وہ مشینوں کا رقص، وہ خوابوں کی مشقت کا شور۔ لیکن آج میرا سفر کسی اور سمت تھا، اور یہ سمت ٹیکنالوجی کی شاید سب سے گہری اور پراسرار وادی کوانٹم کمپیوٹنگ کی طرف جا رہی تھی۔

گاڑی جب ہیفے (Hefei) کی طرف رواں ہوئی تو راستے میں خنکی تھوڑی تیز ہو گئی۔ درختوں کے پتوں پر اوس کے قطرے چمک رہے تھے۔ مجھے لگا جیسے کوئی صبح خود سونے کے زیورات پہن کر میرے استقبال کو نکلی ہو۔ یہ وہی شہر ہے جہاں ''4 Jiuzhang'' نامی کوانٹم پروسیسر کی لیب واقع ہے۔ ایک ایسا مقام جسے کئی لوگ ''چین کا خاموش دماغ'' کہتے ہیں۔

لیب کے باہر سکیورٹی نہایت سخت تھی۔ جب میں اندر داخل ہوئی تو ہوا میں ٹھنڈک کے ساتھ ایک سنجیدگی بسی ہوئی تھی۔ سفید لبادوں میں ملبوس سائنسدان، کمپیوٹر اسکرینوں پر جھکے ایسے تھے جیسے کسی مقدس کتاب کا مطالعہ کر رہے ہوں۔ میرے ساتھ ایک نوجوان محقق تھی، ژاؤ مین۔ اس کی آنکھوں میں ایک چمک تھی۔ جیسے کوئی اپنی کامیابی کو لفظوں میں نہیں، نگاہوں میں سمیٹے ہوئے ہو۔

ژاؤ نے دھیرے سے کہا، ''Jiuzhang 4... ہماری چوتھی نسل کا کوانٹم پروسیسر ہے۔ یہ کلاسیکل سپر کمپیوٹر سے کئی گنا تیز حساب کر سکتا ہے۔'' اُس کی آواز میں غرور نہیں، بلکہ یقین بولتا تھا۔ میں نے شیشے کی دیوار کے پار دیکھا۔ ایک بڑی سی شفاف چیمبر میں چمکتی ہوئی سنہری مشین جیسے کسی مستقبل کے زمانے سے لا کر رکھی گئی ہو۔

یہ پروسیسر کوانٹم لائٹ فوٹونز کے اصولوں پر کام کرتا ہے، اور پیچیدہ ریاضیاتی حسابات کو لمحوں میں حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ژاؤ بتا رہی تھی کہ اسے کرپٹوگرافی، مصنوعی ذہانت اور مالیاتی ماڈلز میں انقلاب لانے کے لیے ڈیزائن کیا گیا ہے۔ امریکا اور یورپ کے بعد چین نے اب اس میدان میں عالمی قیادت کا دعویٰ کر دیا ہے۔

لیب کے اندر ایک کمرے کی دیوار پر ایک قول آویزاں تھا

Speed is power, and knowledge is sovereignty

(رفتار طاقت ہے، اور علم خودمختاری۔)

میں نے سوچا یہی فلسفہ ہے جو اس قوم کے ہر خواب میں دھڑکتا ہے۔ جہاں ہمارا خطہ ابھی انٹرنیٹ کی رفتار پر الجھا ہے، یہاں مستقبل کے کمپیوٹرز پر بحث ہو رہی ہے۔

میں نے ژاؤ سے پوچھا، ''یہ سب کچھ کتنی دیر میں ممکن ہوا؟''

اس نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا، ''صرف پندرہ سال... مگر اصل چیز وقت نہیں، ارادہ ہوتا ہے۔''

واپسی پر میں نے گاڑی کی کھڑکی سے باہر جھانکا۔ ہیفے کے پرسکون درختوں کے بیچ ہلکی دھند میں یہ شہر کسی علمی داستان کا حصہ لگ رہا تھا۔

شنگھائی لوٹتے ہوئے مجھے محسوس ہوا کہ میرا یہ سفر صرف ایک سیاح کا نہیں رہا۔ میں ایک ایسی دنیا کی شاہد بن رہی تھی جہاں علم، محنت اور خواب مل کر مستقبل تراشتے ہیں۔ یہ سلسلہ ابھی ختم نہیں ہوا، یہ تو ابھی آغاز ہے۔

شنگھائی واپس آئے ابھی ایک دن بھی نہیں گزرا تھا کہ دل میں ایک نئی بےچینی سر اٹھانے لگی۔ جیسے کوئی نیا منظر میری آنکھوں کے سامنے خود کو ظاہر کرنے کو بےتاب ہو۔ ٹیکنالوجی کا یہ ملک مجھے روز ایک نئی پرت دکھا رہا تھا، ایک نئی کہانی سنا رہا تھا۔ آج میرا پڑاؤ تھا ہانگژو (Hangzhou) وہ شہر جسے اکثر لوگ ''ڈیجیٹل چین کا دل'' کہتے ہیں۔

صبح سویرے ٹرین اسٹیشن پر پہنچنے سے پہلے ہی ٹھنڈی ہوا نے گالوں کو چھو کر جیسے خوش آمدید کہا۔

تیز رفتار بلٹ ٹرین نے شنگھائی سے ہانگژو تک کا سفر یوں کاٹ لیا جیسے کوئی خیال دماغ میں سے گزر جائے۔ کھڑکی کے پار دھند میں لپٹے پہاڑ اور جدید عمارتیں ایک ساتھ دکھائی دے رہے تھے — جیسے ماضی اور مستقبل ایک ہی تصویر میں آ گئے ہوں۔

ہانگژو پہنچ کر میرا پہلا اسٹاپ تھا ''نیشنل AI سپر کمپیوٹنگ سینٹر''۔ یہ عمارت کسی عام ٹیکنالوجی لیب جیسی نہیں تھی۔ یہ کسی مستقبل کے شہر کی یاد دلاتی تھی۔ اونچی چمکتی دیواریں، خودکار دروازے، اور ہر طرف نیلی روشنیوں کا ہلکا سا ساگر۔ اندر داخل ہوتے ہی ایسا لگا جیسے وقت کی رفتار کچھ اور ہی ہو گئی ہو۔ تیز، شفاف اور بے آواز۔

مجھے ایک راہداری سے گزارا گیا جہاں شیشے کے پار لمبی لمبی قطاروں میں سپر کمپیوٹرز کے ریکس چمک رہے تھے۔ یہ وہی سینٹر ہے جہاں چین نے جنریٹو AI، انڈسٹریل آٹومیشن اور ڈیفنس ٹیکنالوجی کے لیے ڈیٹا پروسیسنگ کا عالمی معیار قائم کیا ہے۔ یہاں کے کمپیوٹرز سیکنڈوں میں وہ کام کرتے ہیں جسے عام کمپیوٹر دنوں میں انجام دیتے۔

میری رہنمائی ایک نوجوان چینی خاتون کر رہی تھی، جس کا نام ''می لینگ'' تھا۔ وہ پُر اعتماد لہجے میں بولی، ''یہ جگہ ہمارا دماغ ہے۔ یہاں ہم مصنوعی ذہانت کو صرف سکھاتے نہیں، اُسے سوچنا بھی سکھاتے ہیں۔'' اس کی آواز میں وہی اعتماد تھا جو میں نے ژاؤ کی آنکھوں میں کوانٹم لیب میں دیکھا تھا۔

می لینگ مجھے ایک بڑی اسکرین کے سامنے لے گئی۔ جہاں چین کے مختلف شہروں کے سپر کمپیوٹنگ سینٹرز ایک نیٹ ورک کے ذریعے جڑے ہوئے تھے۔ میں نے حیرت سے دیکھا کہ بیجنگ، ہانگژو اور شینزن کے ڈیٹا سینٹرز ایک مربوط نظام کی طرح ایک دوسرے سے معلومات کا تبادلہ کر رہے تھے۔ یہ صرف کمپیوٹنگ نہیں تھی۔ یہ قومی ذہانت کا جال تھا۔

اس نے بتایا کہ ان سینٹرز کا استعمال محض سائنسی تحقیق تک محدود نہیں، بلکہ توانائی، زراعت، ٹرانسپورٹ، میڈیکل، اور دفاعی منصوبوں میں بھی کیا جاتا ہے۔ حکومت نے 10 ایسے سینٹرز کا نیٹ ورک قائم کیا ہے جو دنیا کے کسی بھی AI انفراسٹرکچر کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ان میں سے کئی دنیا کے ٹاپ 10 سپر کمپیوٹرز میں شامل ہو چکے ہیں۔

میں نے سوچا میرے کراچی میں بجلی کا ایک جھٹکا

Over 185K Followers on social media now shining in print too

کسی اسپتال کا وینٹی لیٹر بند کر دیتا ہے، اور یہاں بجلی اور ڈیٹا کا ایسا جال بچھایا گیا ہے جو قوم کا مستقبل سنوار رہا ہے۔ یہ فرق صرف وسائل کا نہیں، ترجیحات کا بھی ہے۔

باہر نکلی تو ہانگژو کی فضا میں ہلکی ہلکی نمی اور چمکدار دھوپ کا ملاپ تھا۔ درختوں کے پتوں پر سورج کی کرنیں پڑتی تھیں تو وہ روشنی بکھیر دیتے جیسے سینٹر کی اندرونی توانائی باہر بھی چھلک پڑی ہو۔ میرے ذہن میں اب تین تصویریں تھیں شنگھائی کی سیمی کنڈکٹر فیکٹری، ہیفے کی کوانٹم لیب، اور ہانگژو کا یہ AI سینٹر تینوں ایک ہی خواب کی مختلف شکلیں۔

اور میں نے سوچا… میرا یہ سفر کسی محض سیر و تفریح کا سفر نہیں، یہ سبق کا سفر ہے۔ وہ سبق جو ایک دن میرے شہر، میرے ملک کے نصیب بدل سکتا ہے — اگر ہم خواب دیکھنے اور انہیں حقیقت بنانے کا حوصلہ پیدا کریں۔

ہانگژو کے AI سپر کمپیوٹنگ سینٹر سے نکلنے کے بعد میرے دل میں ایک نئی آگ سی دہکنے لگی تھی۔ وہی آگ جو کسی خواب کو دیکھنے کے بعد اس کے تعاقب میں نکلنے والے کو بے چین کر دیتی ہے۔ اگلا پڑاؤ تھا بیجنگ۔ وہ شہر جو طاقت، علم اور مستقبل کا سنگم ہے۔ یہاں میرا سفر کسی عام تجربے کا نہیں تھا؛ میں جا رہی تھی وہاں، جہاں چین آنے والے زمانے کی سانسیں بن رہا ہے۔ 6G ریسرچ سنٹر۔

صبح کی پہلی روشنی جب بیجنگ کی سڑکوں پر گری تو شہر کسی خوبصورت ناول کے صفحے کی طرح کھل اٹھا۔ چوڑی شاہراہوں کے کنارے قطار در قطار درختوں پر خزاں کی ہلکی رنگت جھلک رہی تھی۔ ہوا میں وہی خنکی تھی جو کسی بڑے انکشاف سے پہلے محسوس ہوتی ہے۔ گاڑی جب Huawei کے ریسرچ کیمپس کے قریب پہنچی تو دور سے ہی بلند اینٹینا ٹاورز اور چمکتی ہوئی عمارتوں نے میرا استقبال کیا۔

یہ جگہ دیکھ کر ایک لمحے کو لگا جیسے میں کسی سائنس فکشن فلم کے سیٹ پر آ گئی ہوں۔ دروازے پر لگے خودکار اسکینرز نے میرے قدموں کو تھام کر ایک ترتیب میں ڈال دیا۔ اندر داخل ہوتے ہی ایک روشن راہداری میں چلتے چلتے میرا سامنا ایک وسیع ہال سے ہوا۔ جہاں دنیا کا مستقبل تشکیل پا رہا تھا۔

یہاں 6G پر تحقیق 2019 سے جاری ہے۔ آج، 2025 میں، چین دعویٰ کر رہا ہے کہ وہ 2028 تک دنیا میں 6G کو کمرشلائز کرنے والا پہلا ملک ہوگا۔ ایک سائنسدان مسٹر آن نے میرا خیر مقدم کیا۔ وہ چھوٹے قد کے مگر بجلی سی تیزی رکھنے والے انسان لگے۔ انہوں نے ایک بڑے ڈسپلے پر 6G نیٹ ورک کی رفتار کا ڈیٹا دکھایا۔ 1 Tbps۔ میں نے ہلکا سا سانس اندر کھینچا۔ یہ رفتار میرے ملک کے کئی خوابوں سے بھی تیز تھی۔ مسٹر آن نے کہا، "5G نے دنیا کو جوڑ دیا، مگر 6G دنیا کو بدل دے گا۔"

ان کی آنکھوں میں وہی روشنی تھی جو میں نے ہانگژو کی انجینئر می لینگ کی آنکھوں میں دیکھی تھی۔ یقین کی روشنی۔

انہوں نے مجھے ایک ٹیسٹنگ ایریا میں لے جا کر دکھایا کہ کیسے 6G نیٹ ورک میں ریئل ٹائم ہولوگرافک کالز ممکن ہیں۔ ایک چینی طالب علم دوسرے کمرے میں بیٹھا تھا، اور میں یہاں۔ جیسے ہی اس نے بات کی، اس کی شبیہ میرے سامنے تھری ڈی میں ابھری جیتی جاگتی، سانس لیتی۔ میں حیرت سے مسکرائی۔ مجھے لگا جیسے پردہ وقت ہٹ گیا ہو اور ہم مستقبل میں آ نکلے ہوں۔

یہ ٹیکنالوجی محض رفتار کی کہانی نہیں یہ لیٹنسی کا نیا باب ہے۔ انہوں نے بتایا کہ 6G کا استعمال سرجری، خودکار گاڑیوں، ایجوکیشن، دفاع اور خلائی تحقیق میں ہوگا۔ چین اس وقت ZTE اور Huawei کے ذریعے ملک بھر میں فیلڈ ٹرائلز کر رہا ہے، اور بیجنگ سمیت 5 بڑے شہروں میں پائلٹ نیٹ ورکس فعال ہو چکے ہیں۔

میں نے سوچا میرے کراچی میں لوگ اب بھی سگنل ڈراپ ہونے پر ہنستے ہیں، اور یہاں سگنل مستقبل کے دروازے کھول رہے ہیں۔ فرق صرف رفتار کا نہیں، نظریے کا ہے۔

عمارت سے باہر نکلی تو سورج اپنی پوری چمک کے ساتھ بیجنگ کے آسمان پر مسکرا رہا تھا۔ دور کوئی درختوں میں سے ہوا گزرتی تھی اور ہلکی ہلکی سیٹی بجاتی تھی۔ میں نے آسمان کی طرف دیکھا یہی آسمان کبھی ہمارے سر پر بھی ہے۔ لیکن کچھ قومیں اس آسمان کو دیکھ کر ستاروں کے خواب بنتی ہیں، اور کچھ بس سایہ تلاش کرتی ہیں۔

یہ میرا چوتھا پڑاؤ تھا، اور ہر قدم کے ساتھ میرا دل یہ کہتا جا رہا تھا کہ یہ سفر مجھے بدل رہا ہے۔ میں اب صرف ایک مسافر نہیں رہی میں مشاہدے کی امانت دار بن چکی تھی۔

بیجنگ کے اس دھوپ بھرے دن کے بعد میرا سفر ایک اور سمت مڑ گیا۔ اس بار منزل کسی اینٹینا یا سرور روم کی نہیں، بلکہ انسان کے اندر چھپی دنیا کی تھی۔ اگلا پڑاؤ تھا شینزن (Shenzhen) وہ شہر جو چین کا جدید ترین چہرہ کہلاتا ہے۔ یہاں صرف عمارتیں بلند نہیں ہوتیں، یہاں خواب بھی آسمان سے اونچے بنتے ہیں۔

جب طیارہ شینزن کے ہوائی اڈے پر اترا تو ہوا میں ہلکی سی سمندری نمی گھلی ہوئی تھی۔ شہر کا منظر کچھ ایسا تھا جیسے نیلا آسمان اور شیشے کی عمارتیں ایک دوسرے میں گھل مل کر روشنی کا کوئی نیا رنگ ایجاد کر رہی ہوں۔ میں نے اپنے بیگ کی زپ بند کی اور اس سوچ کے ساتھ لیب کی سمت روانہ ہوئی کہ آج کا دن مختلف ہونے والا ہے کیونکہ آج میں دیکھوں گی کہ AI کس طرح بایو ٹیکنالوجی کے ساتھ مل کر زندگی کو نئے معنی دے رہی ہے۔

جیسے ہی بایوٹیک پارک کے دروازے پر پہنچی، سفید رنگ کا وہ شفاف سا ماحول میرا منتظر تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی ماحول کسی اسپتال جیسا پرسکون اور لیبارٹری جیسا منظم محسوس ہوا۔ دور تک قطار میں لگی مشینیں جیسے خاموشی سے کسی بڑے معجزے کی تیاری میں مصروف ہوں۔

یہاں میری ملاقات ڈاکٹر ژاؤ لین سے ہوئی ایک درمیانی عمر کی خاتون سائنسدان جن کی مسکراہٹ میں نرمی تھی مگر نظریں غیر معمولی استقامت رکھتی تھیں۔ انہوں نے بڑے سادہ لہجے میں کہا "یہاں ہم بیماریوں سے لڑنے کے لیے محض دوائیں نہیں بناتے … ہم ڈی این اے کے الفاظ پڑھتے اور ان میں ترمیم کرتے ہیں۔ اور یہ سب مصنوعی ذہانت کے ذریعے ممکن ہو رہا ہے۔"

میں ان کے ساتھ ایک ہال میں داخل ہوئی جہاں اسکرینوں پر جینیاتی نقشے رنگوں میں جھلملاتے دکھائی دے رہے تھے۔ ڈاکٹر ژاؤ نے بتایا کہ AI اب روایتی سائنسدانوں سے کہیں زیادہ تیزی سے ڈیٹا پڑھ سکتا ہے، غلطیاں پکڑ سکتا ہے اور نئی دوائیں تجویز کر سکتا ہے۔ ایک طرف روبوٹک بازو خون کے نمونے اسکین کر رہے تھے اور دوسری جانب الگورتھم ان ڈیٹا پوائنٹس کو کسی کہانی کی طرح جوڑ رہے تھے۔

ڈاکٹر ژاؤ نے مجھے ایک کیس دکھایا۔ کینسر سیلز کی ابتدائی شناخت جو عام طریقے سے مہینوں میں ممکن ہوتی ہے۔ یہاں چند گھنٹوں میں ہو رہی تھی۔ ان کا کہنا تھا، "یہ AI ہماری آنکھیں تیز کر رہا ہے… اور امید کو لمبا۔"

میں نے سوچا، یہی وہ علم ہے جو کسی زندگی کو آخری سانس سے واپس کھینچ سکتا ہے۔ اور یہی وہ ٹیکنالوجی ہے جس کا اثر ہسپتالوں سے لے کر انسان کے وجود تک پھیلے گا۔

لیب کے ایک گوشے میں ایک بورڈ پر لکھا تھا

Technology is not against nature — it is nature understood deeply

(ٹیکنالوجی فطرت کے خلاف نہیں — یہ فطرت کو گہرائی سے سمجھنے کا نام ہے۔)

یہ جملہ میرے دل میں اتر گیا۔ جب میں لیب سے باہر نکلی تو شینزن کی ہوا میں سمندر کا نمکین سا ذائقہ گھلا تھا۔ شام ڈھل رہی تھی، اور شہر کی روشنیوں میں وہی جگمگاہٹ تھی جو مستقبل کے شہروں میں دیکھی جاتی ہے۔ میں نے آسمان کی طرف دیکھا اور محسوس کیا کہ میرا یہ سفر اب جسمانی سرحدوں سے آگے نکل کر ذہن کے افق پر جا پہنچا ہے۔

شینزن کی سمندری ہوا میں ایک خاص تازگی تھی۔ پچھلے دنوں کے سفر نے میرے دل و دماغ پر جو نقش چھوڑے تھے، وہ ابھی تک ہلکے ہلکے دہک رہے تھے۔ مگر آج کی صبح کچھ اور ہی تھی جیسے ہوا خود فضا میں کوئی نیا پیغام لیے پھر رہی ہو۔ میرا آخری پڑاؤ تھا خودکار گاڑیوں کا مرکز۔ وہ جگہ جہاں مستقبل سڑکوں پر دوڑتا ہے اور ڈرائیور کا تصور ماضی بنتا جا رہا ہے۔

میں Baidu کے آٹو ڈرائیونگ کیمپس پہنچی تو سامنے شیشے کی عمارتوں اور جدید اسٹیشنوں کا ایک پورا منظر پھیلا ہوا تھا۔ دور سے ہی سڑکوں پر ہموار انداز میں چلتی ڈرائیور لیس گاڑیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ جیسے وہ اپنے بل پر سانس لیتی ہوں۔ کوئی ہارن، کوئی شور نہیں۔ سب کچھ پرسکون اور ترتیب کا آئینہ تھا۔

میرے ساتھ ایک نوجوان انجینئر تھی یانگ می۔ اس کے ہاتھ میں ایک ٹیبلٹ تھا جس پر گاڑیوں کا نیٹ ورک دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا، "یہ وہ شہر ہے جہاں گاڑیاں انسانوں سے زیادہ بہتر ڈرائیو کرتی ہیں۔" اس کے لہجے میں فخر تھا، لیکن وہ فخر خاموش سا، مضبوط سا تھا۔

ہم ایک لیول 4 آٹونومس گاڑی میں بیٹھے۔ اندر کا ماحول کسی جدید کیفے جتنا پرسکون تھا۔ ڈیش بورڈ پر کوئی اسٹیئرنگ وہیل نہیں، نہ ہی کوئی گیئر۔ گاڑی نے خود بخود رفتار پکڑی اور شینزن کی کشادہ سڑکوں پر روانہ ہو گئی۔ میں نے کھڑکی کے پار دیکھا۔ روشنیوں میں نہائے درخت اور بلند عمارتیں گاڑی کے شیشوں میں عکس بن کر رقص کر رہی تھیں۔ یانگ می نے بتایا کہ یہ پورا نظام 6G نیٹ ورک، AI اور سینسرز کے امتزاج پر چلتا ہے۔ ہر گاڑی ایک دوسرے سے مسلسل رابطے میں رہتی ہے، ہر موڑ کا حساب خود کرتی ہے۔

راستے میں ایک چوک پر ہماری گاڑی نے آہستہ ہو کر ایک بزرگ راہگیر کو راستہ دیا۔ کوئی جھٹکا نہیں، کوئی بے ترتیبی نہیں۔ میں نے سوچا اگر میرے کراچی میں ایسی کوئی گاڑی چلتی، تو شاید سڑکوں کا شور آدھا رہ جاتا۔ وقت کی چال تیز ہو جاتی اور تھکن آدھی۔

یانگ می نے فخر سے بتایا کہ شینزن، بیجنگ اور شنگھائی میں اس وقت ہزاروں خودکار گاڑیاں عوامی ٹرانسپورٹ کے طور پر چل رہی ہیں۔ Baidu اور Xpeng جیسے ادارے یہ خواب حقیقت میں بدل چکے ہیں۔ یہ صرف ٹرانسپورٹ کا انقلاب نہیں زندگی کے انداز کا انقلاب ہے۔

جب گاڑی ایک بلند پل پر سے گزری تو نیچے پورا شینزن جگمگا رہا تھا۔ سمندر کے کنارے لائٹس کا ہالہ ایسا لگ رہا تھا جیسے زمین نے ستارے چرا کر اپنے دامن میں چھپا لیے ہوں۔ اور اسی لمحے مجھے احساس ہوا — یہ میرا آخری پڑاؤ ہے۔ سیمی کنڈکٹر فیکٹریوں سے شروع ہونے والا یہ سفر، کوانٹم کمپیوٹنگ، AI، 6G، بایو ٹیکنالوجی اور اب خودکار گاڑیوں تک — مجھے صرف ایک ملک نہیں، ایک سوچ کا منظر نامہ دکھا گیا ہے۔

میں نے دل میں کراچی کو یاد کیا وہی شہر جہاں میرا بچپن گزرا، وہی خواب جو پہلی بار میرے اندر جاگے۔ لیکن اب میں صرف خواب دیکھنے والی نہیں، چین میں رہنے والی ایک گواہ ہوں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جب علم، نظم اور خواب ایک صف میں کھڑے ہو جائیں تو شہر بدل جاتے ہیں، زندگیاں نئے راستے اختیار کر لیتی ہیں۔

گاڑی نے اسٹیشن پر آہستگی سے رُک کر مجھے الوداع کہا۔ جیسے کوئی میزبان خاموشی سے رخصت دے۔ میں باہر نکلی، آسمان کی طرف دیکھا۔ شام دھیرے دھیرے ڈھل رہی تھی۔ ہوا میں سمندر کی مہک اور امید کا رنگ گھلا ہوا تھا۔ میرے ہاتھ میں میرے لکھے نوٹس یا ڈائری نہیں، بلکہ تجربے کا خزانہ تھا۔ ایک ایسا خزانہ جو میں یہیں چین میں سنبھالے ہوئے ہوں، اور جو میرے ماضی کے شہر اور موجودہ دیس کے درمیان ایک پُل بن چکا ہے۔

میرا دل جانتا ہے… کہ میں اب دو شہروں، دو دنیاؤں، اور دو خوابوں کی نمائندہ ہوں۔ کراچی کی جڑوں اور چین کے اُبھرتے مستقبل کے سنگم پر کھڑی۔ اور یہی وہ جگہ ہے جہاں کہانیاں ختم نہیں ہوتیں۔ یہیں سے نئی شروعات جنم لیتی ہیں۔

کنزیومر واچ رپورٹ

ملکی معیشت اور آئی ایم ایف کی رپورٹ
اہداف، حقیقت اور مستقبل کا منظر نامہ

عالمی مالیاتی فنڈ (آئی ایم ایف) نے اپنی تازہ ترین ورلڈ اکنامک آؤٹ لک رپورٹ میں پاکستان کے لیے ایک محتاط مگر حقیقت پسندانہ معاشی تصویر پیش کی ہے۔ رپورٹ کے مطابق اگرچہ ملک کی معیشت بتدریج استحکام کی جانب بڑھ رہی ہے، تاہم رواں مالی سال میں حکومت کے مقررہ اہداف — خاص طور پر شرح نمو اور مہنگائی — کے حصول کا امکان کم ہے۔ یہ تجزیہ اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ پاکستان کی معیشت ابھی بھی کئی ساختی چیلنجز، بیرونی دباؤ، اور پالیسی غیر یقینی کا سامنا کر رہی ہے۔

شرح نمو: امید اور حقیقت کے درمیان فاصلہ

رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ پاکستان کی معاشی شرح نمو اس مالی سال میں 3.6 فیصد رہنے کا امکان ہے، جب کہ حکومت نے اس کا ہدف 4.2 فیصد مقرر کیا تھا۔ گزشتہ مالی سال کی شرح نمو 2.6 فیصد رہی تھی، اس لحاظ سے بظاہر یہ بہتری ہے، مگر پھر بھی یہ شرح اس رفتار سے کم ہے جو ملک کی بڑھتی ہوئی آبادی اور روزگار کی ضروریات کو پورا کر سکے۔

پاکستان کی معیشت کو گزشتہ چند برسوں میں متعدد جھٹکوں کا سامنا رہا کورونا وبا، تباہ کن سیلاب، سیاسی بے یقینی، اور بین الاقوامی سطح پر تیل و اجناس کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ۔ ان عوامل نے صنعتی پیداوار، زراعت اور برآمدات تینوں پر منفی اثر ڈالا۔ اگرچہ حالیہ مہینوں میں زرمبادلہ کے ذخائر میں بہتری اور درآمدات میں توازن آیا ہے، لیکن مجموعی سرمایہ کاری، برآمدات اور پیداواری استعداد میں اضافہ ابھی بھی مطلوبہ سطح تک نہیں پہنچا۔

آئی ایم ایف کا یہ کہنا کہ 2030 تک شرح نمو 4.5 فیصد تک پہنچ سکتی ہے ایک محتاط مگر مثبت اندازہ ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عالمی ادارہ پاکستانی معیشت میں بحالی کی گنجائش دیکھتا ہے، بشرطیکہ اصلاحات تسلسل کے ساتھ جاری رہیں۔ تاہم، اس ہدف کے حصول کے لیے پاکستان کو ٹیکس نیٹ کی توسیع، توانائی کے شعبے کی اصلاح، اور صنعتی مسابقت بڑھانے جیسے بنیادی اقدامات پر فوکس کرنا ہوگا۔

مہنگائی عوام کے لیے سب سے بڑا چیلنج

رپورٹ کے مطابق پاکستان میں رواں مالی سال اوسط مہنگائی 7.7 فیصد رہنے کا امکان ہے، جو حکومت کے مقررہ ہدف 7.5 فیصد سے معمولی زیادہ ہے۔ گزشتہ سال بھی شرح 5.1 فیصد تھی۔ یہ فرق بظاہر کم معلوم ہوتا ہے، لیکن زمینی حقائق بتاتے ہیں کہ اشیائے خورونوش، ایندھن، اور کرایوں میں اضافہ عام شہری کے لیے بہت بڑا بوجھ بن چکا ہے۔

پاکستان میں مہنگائی کی سب سے بڑی وجہ درآمدی انحصار اور روپے کی قدر میں کمی ہے۔ جب عالمی مارکیٹ میں تیل یا گندم کی قیمت بڑھتی ہے تو اس کا فوری اثر پاکستانی صارف پر پڑتا ہے۔ علاوہ ازیں، توانائی کے نرخوں میں بار بار اضافہ، غیر مستحکم زرعی پیداوار، اور پالیسی سطح پر تاخیر بھی افراطِ زر کو کنٹرول کرنے میں رکاوٹ بنتی ہے۔

آئی ایم ایف کا تخمینہ ہے کہ 2030 تک اوسط مہنگائی 6.5 فیصد تک کم ہو سکتی ہے۔ اگر یہ پیشگوئی درست ثابت ہوتی ہے تو اس کا مطلب ہوگا کہ معیشت میں ایک درمیانی درجے کا استحکام آ جائے گا۔ تاہم، اس کے لیے حکومت کو قیمتوں کے تعین کے نظام میں شفافیت، زرعی اصلاحات اور توانائی پالیسی میں مستقل مزاجی اپنانی ہوگی۔

کرنٹ اکاؤنٹ خسارہ — بیرونی دباؤ کی نشانی

رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ پاکستان کا کرنٹ اکاؤنٹ خسارہ جی ڈی پی کے 0.4 فیصد رہنے کا امکان ہے، جو گزشتہ سال 0.1 فیصد تھا۔ بظاہر یہ اضافہ معمولی ہے، مگر پاکستان جیسے ملک کے لیے یہ اشارہ اہم ہے۔ کرنٹ اکاؤنٹ خسارہ بڑھنے کا مطلب ہے کہ ملک کی درآمدات برآمدات سے زیادہ ہیں، اور یہ عدم توازن بالآخر زرمبادلہ کے ذخائر پر دباؤ ڈالتا ہے۔

2030 میں اس خسارے کے 1.1 فیصد تک پہنچنے کا تخمینہ ظاہر کرتا ہے کہ اگرچہ معیشت ترقی کرے گی، لیکن بیرونی ادائیگیوں پر انحصار بھی بڑھ سکتا ہے۔ اس کے سدباب کے لیے ضروری ہے کہ برآمدی تنوع، ٹیکنالوجی پر مبنی صنعتوں، اور غیر روایتی منڈیوں میں توسیع کی جائے۔

آئی ایم ایف کا نقطہ نظر، استحکام بمقابلہ نمو

آئی ایم ایف کی پالیسی ہمیشہ سے یہ رہی ہے کہ کسی بھی ملک میں استحکام کو ترجیح دی جائے، چاہے اس کے نتیجے میں قلیل مدت میں شرح نمو کم ہی کیوں نہ رہے۔ پاکستان کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے۔ ادارہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ مالی نظم و ضبط، محصولات میں اضافہ، اور سبسڈی میں کمی کے بغیر پائیدار ترقی ممکن نہیں۔

یہ نقطہ نظر اپنی جگہ درست ہے، مگر پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک میں جہاں بے روزگاری، غربت، اور عدم مساوات جیسے مسائل گہرے ہیں، وہاں صرف استحکام پر زور دینے سے معیشت کے سماجی پہلو متاثر ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ پالیسیوں میں توازن پیدا کرنا ناگزیر ہے یعنی استحکام بھی برقرار رہے اور ترقی کے ثمرات عوام تک بھی پہنچیں۔

2030 کا معاشی منظرنامہ، امکانات اور خطرات

آئی ایم ایف کی پیشگوئی کے مطابق اگلے پانچ سے سات برسوں میں پاکستان کی شرح نمو میں بتدریج بہتری آئے گی، اور 2030 تک یہ 4.5 فیصد تک پہنچ سکتی ہے۔ تاہم، یہ ہدف خود بخود حاصل نہیں ہوگا۔ اس کے لیے پاکستان کو درج ذیل نکات پر توجہ دینا ہوگی:

پالیسی تسلسل: سیاسی تبدیلیوں کے باوجود اقتصادی پالیسیوں میں تسلسل برقرار رکھا جائے۔

ٹیکس اصلاحات: محصولات کا دائرہ وسیع کیا جائے اور ٹیکس نیٹ میں نان فائلرز کو شامل کیا جائے۔

توانائی شعبہ: گردشی قرضوں کے مسئلے کو مستقل بنیادوں پر حل کیا جائے۔

زرعی پیداوار: موسمیاتی خطرات سے نمٹنے کے لیے جدید زرعی ٹیکنالوجی متعارف کرائی جائے۔

برآمدی پالیسی: ویلیو ایڈیڈ مصنوعات، آئی ٹی سیکٹر اور مقامی صنعتوں کی عالمی رسائی بڑھائی جائے۔

اگر یہ اقدامات بروقت کیے جائیں تو پاکستان کی معیشت نہ صرف استحکام حاصل کر سکتی ہے بلکہ پائیدار ترقی کی راہ پر بھی گامزن ہو سکتی ہے۔

عوامی اثرات، اعداد و شمار سے آگے کی حقیقت

کسی بھی معاشی رپورٹ کا اصل پیمانہ یہ ہے کہ اس کے اثرات عام شہری پر کیا پڑتے ہیں۔ شرح نمو کے بڑھنے یا مہنگائی کے کم ہونے کا اصل فائدہ تب ہے جب روزگار کے مواقع بڑھیں، اشیائے خورونوش سستی ہوں، اور متوسط طبقے پر بوجھ کم ہو۔

بدقسمتی سے، اب تک پاکستان میں ترقی کے اعداد و شمار کا فائدہ محدود طبقے تک ہی پہنچ رہا ہے۔ اگر حکومت شمولیتی پالیسیوں پر عمل کرے — مثلاً مائیکروفنانس پروگرامز، چھوٹے کاروباروں کے لیے آسان قرضے، اور خواتین کی معاشی شمولیت — تو ترقی کے ثمرات نیچے تک منتقل ہو سکتے ہیں۔

محتاط امید کی گنجائش

آئی ایم ایف کی رپورٹ کسی مایوس کن تصویر کی نہیں بلکہ حقیقت پسندانہ انتباہ کی نمائندگی کرتی ہے۔ ادارے نے واضح کیا ہے کہ پاکستان میں بحالی کے آثار موجود ہیں، لیکن راستہ طویل اور ناہموار ہے۔ حکومتی اہداف بلند ہیں مگر ان کے حصول کے لیے مضبوط پالیسی فیصلے، سیاسی اتفاق رائے، اور ادارہ جاتی کارکردگی ضروری ہے۔

پاکستان کی معیشت بارہا بحرانوں سے نکلی ہے، اور اس بار بھی نکل سکتی ہے بشرطیکہ فیصلے وقتی سیاسی مفادات سے بالاتر ہو کر کیے جائیں۔ اگر مالیاتی نظم و ضبط برقرار رکھا جائے، مہنگائی پر قابو پایا جائے، اور برآمدات میں حقیقی اضافہ کیا جائے تو 2030 تک پاکستان نہ صرف معاشی استحکام حاصل کر سکتا ہے بلکہ خطے کی ایک ابھرتی ہوئی معیشت کے طور پر بھی اپنی جگہ بنا سکتا ہے۔

پرنٹ میڈیا کا دور ابھی ختم نہیں ہوا، اخبارات پر لوگ آج بھی اعتماد رکھتے ہیں، ڈاکٹر جبار خٹک

کنزیومر واچ رپورٹ

روزنامہ عوامی اخبار کے چیف ایڈیٹر ڈاکٹر جبار خٹک نے کہا ہے کہ پرنٹ میڈیا کے زوال کا سبب یہ ہے کہ ہم نے جدید تقاضوں کے مطابق پرنٹ میڈیا کو تیار نہیں کیا اور اسکا مقابلہ اچھی اور معیاری خبروں سے نہیں کیا۔ ان کا کہنا تھا پرنٹ میڈیا ابھی بھی ختم نہیں ہوا بلکہ اس کا ارتقا جاری ہے۔ پرنٹ میڈیا کی خبر پر آج بھی لوگ اعتماد اور اعتقاد رکھتے ہیں۔ وہ گذشتہ روز کراچی پریس کلب میں پروڈیوسر اور ڈائریکٹر سینئر صحافی ریاض عاجز کی دستاویزی فلم پاکستان میں دم توڑتا پرنٹ میڈیا کے پریمیئر شو میں اپنا صدارتی خطاب کر رہے تھے۔ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے سینیئر صحافی نصیر ہاشمی نے ماضی میں اخبارات کے عروج اور اب زوال کے اسباب پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ الیکٹرونک اور سوشل میڈیا

کی آمد کی وجہ سے پرنٹ میڈیا اب ماضی کی طرح طاقتور نہیں رہا۔ پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس کے سابق صدر اور آئی ایف جے ایشیا پیسیفک کے ممبر جی ایم جمالی نے سینیئر صحافی ریاض عاجز کو بہترین ڈاکومنٹری بنانے پر مبارک دیتے ہوئے کہا کہ پرنٹ میڈیا کمزور ہوا ہے ختم نہیں ہوا۔ انجمن اخبار فروشان کے صدر اقبال نون کا کہنا تھا کہ اخبارات کی اشاعت کے بعد اسکا شعبہ سرکولیشن انتہائی اہمیت رکھتا تھا۔ پہلے اخبارات لاکھوں میں شائع ہوتے تھے لیکن اب دل کو بہت تکلیف ہوتی ہے کہ اخبارات سمٹ کر رہ گئے ہیں۔

قبل ازیں شرکا کو دستاویزی فلم دیکھائی گئی جس کو شرکا نے سراہا۔ پروگرام کی نظامت سینیئر صحافی شاہد غزالی نے کی۔ پروڈیوسر اور ڈائریکٹر ریاض عاجز نے آخر میں مہمانوں کی آمد پر انکا شکریہ ادا کیا۔

غیرملکی منافع کی واپسی میں نمایاں اضافہ

معیشت کے لیے اشارے اور اثرات

کنزیومر واچ رپورٹ

پاکستان کی معیشت ایک بار پھر ایسے موڑ پر کھڑی ہے جہاں استحکام اور غیر یقینی دونوں پہلو ایک ساتھ دکھائی دیتے ہیں۔ اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے تازہ اعداد و شمار کے مطابق، مالی سال 2025-2026 کی پہلی سہ ماہی میں غیر ملکی سرمایہ کاری پر منافع اور ڈیویڈنڈ کی وطن واپسی 86 فیصد بڑھ کر 75 کروڑ 20 لاکھ ڈالر تک جا پہنچی ہے، جو گزشتہ سال کے اسی عرصے میں 40 کروڑ 40 لاکھ ڈالر تھی۔

یہ اضافہ بظاہر چھپے ہوئے عوامل کا نتیجہ ہے جن میں پالیسی میں نرمی، آئی ایم ایف کی ہدایات، اور زرمبادلہ کی پالیسیوں میں آزادروی شامل ہیں۔

پالیسی میں نرمی، ایک ضروری مگر دو دھاری قدم

گزشتہ تین برسوں کے دوران پاکستان نے زرمبادلہ کے اخراجات خصوصاً منافع کی بیرونِ ملک منتقلی پر سخت پابندیاں عائد کر رکھی تھیں۔ یہ اقدام ذخائر کے دباؤ، کرنسی کی گرتی قدر، اور بڑھتے مالی خسارے کے پیشِ نظر کیا گیا تھا۔

تاہم اب حکومت نے ان پابندیوں کو نرم کر کے ایک واضح پیغام دیا ہے کہ پاکستان سرمایہ کاروں کے اعتماد کی بحالی چاہتا ہے۔

یہ فیصلہ عالمی مالیاتی فنڈ (آئی ایم ایف) کے دباؤ کے تحت بھی کیا گیا، جو پاکستان سے مسلسل یہ تقاضا کرتا رہا ہے کہ وہ زرمبادلہ کے لین دین میں مصنوعی رکاوٹیں ختم کرے تاکہ مارکیٹ کی اصل تصویر سامنے آئے۔

یہ اقدام معاشی شفافیت کے لحاظ سے مثبت سمجھا جا سکتا ہے، لیکن اس کے نتیجے میں زرمبادلہ کے ذخائر پر دباؤ بڑھنے کا خدشہ بھی موجود ہے۔

چین کی بالادستی، مگر سرمایہ کاری میں کمی

اعداد و شمار کے مطابق، منافع کی وطن واپسی میں چین سرفہرست رہا۔

چینی کمپنیوں نے پہلی سہ ماہی میں 20 کروڑ 50 لاکھ ڈالر منافع واپس بھیجا، جو گزشتہ سال کے محض 3 کروڑ 40 لاکھ ڈالر سے کئی گنا زیادہ ہے۔

یہ اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ چینی کمپنیاں، خصوصاً توانائی اور بنیادی ڈھانچے کے منصوبوں میں سرگرم ادارے، اب اپنے منافع کی بیرونِ ملک منتقلی کو ترجیح دے رہی ہیں۔

تاہم دلچسپ بات یہ ہے کہ چین سے براہ راست غیرملکی سرمایہ کاری (FDI) میں نمایاں کمی آئی ہے، جو 50 کروڑ 20 لاکھ ڈالر سے کم ہو کر 18 کروڑ 80 لاکھ ڈالر رہ گئی۔

یہ صورتِ حال اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ چینی سرمایہ کار اگرچہ پہلے سے موجود منصوبوں سے منافع حاصل کر رہے ہیں، مگر نئی سرمایہ کاری کے حوالے سے محتاط رویہ اختیار کیے ہوئے ہیں۔

مغربی سرمایہ کاروں کا محتاط اعتماد

برطانیہ، امریکا اور نیدرلینڈز جیسے ممالک نے بھی اپنے منافع کی واپسی میں اضافہ کیا ہے۔

برطانیہ کو 16 کروڑ 20 لاکھ ڈالر، امریکا کو 6 کروڑ 80 لاکھ ڈالر، جبکہ نیدرلینڈز کو 9 کروڑ 20 لاکھ ڈالر منتقل کیے گئے — جو گزشتہ سال کے مقابلے میں نمایاں اضافہ ہے۔

یہ اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ پاکستان میں کام کرنے والی مغربی کمپنیوں کو اپنی رقوم کی ترسیل میں زیادہ آسانی میسر آ گئی ہے، جو حکومتی پالیسی کے نرم ہونے کی علامت ہے۔

تاہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ سہولتیں مستقبل میں مزید سرمایہ کاری کی راہ ہموار کریں گی یا نہیں؟

اکثر معاشی ماہرین کا خیال ہے کہ اگر منافع کی واپسی تو آسان ہو جائے مگر کاروباری لاگت، توانائی بحران، اور ریگولیٹری پیچیدگیاں برقرار رہیں تو غیرملکی سرمایہ کاری میں پائیدار اضافہ ممکن نہیں۔

مختلف شعبوں میں منافع کی واپسی، کون آگے، کون پیچھے؟

شعبہ جاتی تجزیے کے مطابق

توانائی (پاور) سیکٹر منافع کی واپسی میں سرفہرست رہا، جس نے 18 کروڑ 60 لاکھ ڈالر بیرونِ ملک منتقل کیے، جب کہ گزشتہ سال یہ رقم صرف 5 کروڑ ڈالر تھی۔

مالیاتی (بینکنگ) شعبہ دوسرے نمبر پر رہا، جس سے 18 کروڑ 20 لاکھ ڈالر منافع باہر گیا۔

ٹیلی کام سیکٹر نے 6 کروڑ 80 لاکھ ڈالر، اور خوراک (فوڈ) سیکٹر نے 6 کروڑ 20 لاکھ ڈالر واپس بھیجے۔

یہ رجحان ظاہر کرتا ہے کہ پاکستان میں منافع بخش شعبے وہی ہیں جو یا تو ریگولیٹڈ ہیں (جیسے پاور و بینکنگ) یا روزمرہ طلب سے منسلک ہیں (خوراک، ٹیلی کام)۔

یہ وہ شعبے ہیں جہاں رسک نسبتاً کم اور منافع کی شرح زیادہ ہے، لہٰذا غیرملکی سرمایہ کار اپنے حاصل کردہ نفع کو جلد از جلد منتقل کر رہے ہیں۔

بیرونی دباؤ اور داخلی کمزوریاں

اگرچہ ستمبر میں پاکستان نے 11 کروڑ ڈالر کا کرنٹ اکاؤنٹ سرپلس ریکارڈ کیا، مگر یہ ایک وقتی بہتری ثابت ہو سکتی ہے۔

پہلی سہ ماہی میں تجارتی خسارہ 9 ارب ڈالر تک پہنچ جانا ایک تشویش ناک اشارہ ہے۔

یہ ظاہر کرتا ہے کہ برآمدات میں خاطر خواہ اضافہ نہیں ہوا، جبکہ درآمدات اب بھی بلند سطح پر موجود ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ، حکومت کو مالی سال 2026 میں بڑے قرضوں کی واپسی کا چیلنج درپیش ہے۔

چنانچہ حکومت ایک بار پھر "رول اوور" پالیسی پر انحصار کر رہی ہے، یعنی واجب الادا قرضوں کی مدت میں توسیع۔

یہ وقتی ریلیف تو فراہم کرتا ہے، لیکن طویل مدتی مالی خودمختاری کے حصول میں رکاوٹ ہے۔

آئی ایم ایف کے ساتھ تعلقات، نعمت یا ضرورت؟

آئی ایم ایف کے ساتھ تعلقات میں بہتری نے عالمی سرمایہ کاروں کو یقین دلایا ہے کہ پاکستان مالیاتی نظم و ضبط کی جانب واپس آ رہا ہے۔

اسی اعتماد کے تحت اسٹیٹ بینک کے زرمبادلہ کے ذخائر 14 ارب 40 کروڑ ڈالر پر مستحکم ہیں، جو گزشتہ سال کی نسبت بہتر ہیں۔

تاہم ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ استحکام عارضی ہو سکتا ہے، کیونکہ ذخائر کا بڑا حصہ قرضوں اور مالی معاونت پر مبنی ہے، نہ کہ برآمدی آمدنی یا سرمایہ کاری سے حاصل ہونے والی حقیقی کمائی پر۔

مستقبل کا منظرنامہ محتاط امید

منافع کی واپسی میں اضافہ بظاہر پاکستان کے لیے منفی دکھائی دیتا ہے کیونکہ اس سے ڈالر کے ذخائر پر دباؤ بڑھتا ہے۔

مگر وسیع تر معاشی تناظر میں دیکھا جائے تو یہ ایک اعتماد بحالی کا اشارہ بھی ہو سکتا ہے۔

جب سرمایہ کاروں کو یقین ہوتا ہے کہ وہ اپنے منافع کو بآسانی منتقل کر سکتے ہیں، تو وہ نئی سرمایہ کاری کے لیے زیادہ مائل ہوتے ہیں۔

تاہم، یہ مثبت اثر اسی وقت ممکن ہے جب حکومت سرمایہ کار دوست پالیسیاں، ریگولیٹری اصلاحات، توانائی کے شعبے میں استحکام، اور عدالتی شفافیت کو ترجیح دے۔

ورنہ منافع کی منتقلی میں نرمی صرف ڈالر کے اخراج کا باعث بنے گی، سرمایہ کے انخلا کا نہیں۔

پاکستان کی معیشت اس وقت ایک نازک مگر فیصلہ کن مرحلے میں ہے۔

منافع کی واپسی میں 86 فیصد اضافہ محض ایک عددی تبدیلی نہیں، بلکہ یہ بتاتا ہے کہ معاشی پالیسیوں میں سمت کی تبدیلی آ چکی ہے۔

اگر اس تبدیلی کے ساتھ پیداواری معیشت، برآمدات میں اضافہ، اور مالی نظم و ضبط کو بھی یقینی بنایا جائے تو پاکستان نہ صرف سرمایہ کاروں کے لیے پرکشش بن سکتا ہے بلکہ مستحکم ترقی کی راہ پر بھی گامزن ہو سکتا ہے۔

نیپرا کا کے الیکٹرک ٹیرف جائزہ:
شفاف توانائی پالیسی یا غلط فہمیوں کا شکار بیانیہ؟

کنزیومر واچ رپورٹ

پاکستان میں توانائی کا شعبہ ہمیشہ سے سیاسی، معاشی اور انتظامی مباحث کا محور رہا ہے۔ بجلی کی قیمتوں میں اضافہ ہو یا سبسڈی کی پالیسی، عام صارف براہ راست متاثر ہوتا ہے۔ حال ہی میں نیشنل الیکٹرک پاور ریگولیٹری اتھارٹی (نیپرا) کی جانب سے کے الیکٹرک کے ملٹی ایئر ٹیرف (MYT) کے جائزے نے ایک مرتبہ پھر بجلی کے شعبے میں اصلاحات، شفافیت اور عوامی مفاد کے درمیان توازن پر سوالات اٹھا دیے ہیں۔

تاہم، پاور ڈویژن کے ترجمان نے نیپرا کے فیصلے کو نہ صرف ایک "اہم سنگ میل" قرار دیا بلکہ اس کے خلاف پیدا کیے جانے والے تاثر کو "گمراہ کن" بھی کہا ہے۔ ان کے مطابق یہ فیصلہ دراصل بجلی کے شعبے میں مساوات، شفافیت اور ادارہ جاتی استحکام کی جانب ایک اہم قدم ہے۔

پس منظر: کے الیکٹرک کا ٹیرف تنازعہ

کے الیکٹرک، جو کراچی کی سب سے بڑی بجلی تقسیم کار کمپنی ہے، گزشتہ کئی سالوں سے ایک خصوصی ٹیرف فریم ورک کے تحت کام کر رہی ہے۔ اس فریم ورک کو 2017 میں نیپرا نے منظور کیا تھا، جس کا مقصد کمپنی کو سرمایہ کاری، کارکردگی میں بہتری، اور سسٹم کے نقصانات میں کمی کے لیے مالی استحکام فراہم کرنا تھا۔

تاہم، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ملک کی دیگر ڈسٹری بیوشن کمپنیوں (DISCOs) کے لیے بنائے گئے ٹیرف فریم ورک اور کے الیکٹرک کے ماڈل میں فرق نمایاں ہو گیا۔ نیپرا کا حالیہ جائزہ اسی فرق کو کم کرنے اور ملک بھر کے صارفین کے لیے یکساں اصولوں پر مبنی ریگولیٹری نظام قائم کرنے کی کوشش ہے۔

نیپرا کا موقف: شفافیت اور مساوات کی سمت

نیپرا کے فیصلے کے مطابق، اس جائزے کے ذریعے ان عناصر کو ختم کیا گیا جو قومی ریگولیٹری اصولوں کے مطابق نہیں تھے — جیسے کہ غیر ملکی کرنسی سے منسلک منافع، اور نقصانات کی غیر معمولی اجازت۔

یہ تبدیلی بظاہر پیچیدہ نظر آتی ہے، مگر اس کا بنیادی مقصد ٹیرف نظام کو شفاف، منصفانہ اور متوازن بنانا ہے تاکہ تمام تقسیم کار کمپنیاں ایک ہی اصولوں پر چلیں۔ اس فیصلے سے حکومت اور ریگولیٹری ادارے کے درمیان اداراتی خودمختاری کا تصور بھی مضبوط ہوتا ہے۔

پاور ڈویژن کے ترجمان نے واضح کیا کہ نیپرا کا فیصلہ کسی حکومتی ہدایت کے تحت نہیں بلکہ اپنی خودمختار حیثیت میں کیا گیا۔ اس اقدام کو ریگولیٹری غیر جانبداری کی بحالی کے طور پر بھی دیکھا جا سکتا ہے — جو کسی بھی مستحکم توانائی مارکیٹ کے لیے نہایت ضروری عنصر ہے۔

متنازع بیانیہ: "ریلیف ختم" یا "اصلاحات کا عمل"؟

فیصلے کے بعد بعض حلقوں نے یہ تاثر دیا کہ نیپرا نے کراچی کے صارفین سے ریلیف چھین لیا ہے اور انہیں "سبسڈی سے محروم" کر دیا گیا ہے۔ پاور ڈویژن نے اس تاثر کو غلط اور حقائق کے منافی قرار دیا ہے۔

ترجمان کے مطابق، ملٹی ایئر ٹیرف دراصل کمپنی کی آمدنی کی ضروریات سے متعلق ہے، نہ کہ صارف سے وصول کیے جانے والے حتمی ٹیرف سے۔ صارفین سے متعلق حتمی نرخ حکومت پاکستان کے تحت قومی یکساں ٹیرف پالیسی (Policy Tariff Uniform) کے ذریعے طے کیے جاتے ہیں، جو ملک بھر کے تمام صارفین پر یکساں طور پر لاگو ہوتی ہے۔

دوسرے الفاظ میں، نیپرا کا فیصلہ صارفین کی جیب پر براہ راست اثر انداز نہیں ہوتا، بلکہ یہ ایک ریگولیٹری ڈھانچے کی اصلاح ہے جس کا مقصد نظام کو زیادہ شفاف اور منصفانہ بنانا ہے۔

سبسڈی کا مسئلہ: مالی حقیقت یا سیاسی بیانیہ؟

پاور ڈویژن نے وضاحت کی کہ کراچی کے صارفین کو اب بھی فی یونٹ 7 روپے کی حکومتی سبسڈی حاصل ہے، جو یکساں ٹیرف پالیسی کے تحت برقرار ہے۔

تاہم، بعض مبصرین کے مطابق حکومت کا سبسڈی پر انحصار طویل المدتی پالیسی کے لحاظ سے غیر پائیدار ہے۔ یہ ملک کے مالیاتی خسارے میں اضافے کا باعث بنتی ہے اور توانائی کے شعبے میں سرکولر ڈیٹ (Debt Circular) کے بوجھ کو بڑھاتی ہے۔

ترجمان نے کہا کہ سبسڈی میں کمی کا مطلب فنڈز کی منتقلی نہیں بلکہ اخراجات میں کمی ہے — یعنی حکومت بجٹ کے بوجھ کو کم کر رہی ہے، نہ کہ صارفین سے رعایت واپس لے رہی ہے۔

یہ وضاحت توانائی کے شعبے میں مالیاتی نظم و ضبط کو بہتر بنانے کے لیے ایک مثبت قدم ہے، مگر عوامی سطح پر اس کی تفہیم میں اب بھی بہتری کی ضرورت ہے تاکہ "ریلیف چھیننے" جیسی غلط فہمیاں ختم کی جا سکیں۔

ریگولیٹری اصلاحات کا وسیع تناظر

نیپرا کے فیصلے کو محض کے الیکٹرک تک محدود نہیں سمجھنا چاہیے۔ یہ دراصل پاکستان کے توانائی شعبے میں ایک وسیع تر اصلاحی عمل کا حصہ ہے، جس کا مقصد:

تمام تقسیم کار کمپنیوں کے لیے یکساں قواعد و ضوابط کا نفاذ

مالیاتی شفافیت اور کارکردگی کی بنیاد پر مراعاتی نظام کا قیام

ریگولیٹری اداروں کی خودمختاری اور غیر جانبداری کو مستحکم کرنا

صارفین اور کمپنیوں کے درمیان اعتماد کی بحالی

یہ اقدامات مستقبل میں توانائی کے شعبے کو زیادہ پائیدار، خودمختار اور سرمایہ کاری کے قابل بنانے میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔

کراچی کے لیے ممکنہ اثرات

کراچی چونکہ ملک کا سب سے بڑا صنعتی و تجارتی شہر ہے، اس لیے بجلی کے نرخوں میں معمولی تبدیلی بھی کاروباری لاگت اور پیداواری صلاحیت پر اثر ڈالتی ہے۔

نیپرا کے اس فیصلے سے اگرچہ فوری طور پر صارفین پر مالی بوجھ نہیں پڑے گا، مگر مستقبل میں کمپنی کی کارکردگی کے اہداف مزید سخت ہو جائیں گے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ کے الیکٹرک کو اب بجلی چوری کی روک تھام، ترسیلی نقصانات میں کمی، اور سرمایہ کاری میں اضافہ کے لیے مزید مؤثر اقدامات کرنا ہوں گے۔ اگر یہ اہداف حاصل ہو جاتے ہیں تو طویل مدت میں نہ صرف صارفین کو مستفید ہونے کا موقع ملے گا بلکہ شہر میں بجلی کی فراہمی کا معیار بھی بہتر ہوگا۔

شفافیت، اصلاح اور اعتماد کی بحالی کی جانب قدم

نیپرا کا کے الیکٹرک کے ملٹی ایئر ٹیرف کا جائزہ ایک ٹیکنیکل اور ریگولیٹری عمل ہے، مگر اس پر عوامی ردعمل سیاسی و جذباتی انداز میں سامنے آیا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ فیصلہ ریلیف کے خاتمے سے زیادہ شفافیت کے فروغ کا نمائندہ ہے۔

پاور ڈویژن کا مؤقف کہ نیپرا نے یہ فیصلہ "اداراتی خودمختاری" کے تحت کیا، اس بات کا ثبوت ہے کہ حکومت توانائی کے شعبے میں اصلاحات اور شفافیت کی سمت آگے بڑھ رہی ہے۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ حکومت، ریگولیٹری ادارے اور میڈیا مل کر عوام کو درست معلومات فراہم کریں تاکہ توانائی پالیسیوں پر اعتماد بحال ہو، غلط فہمیاں ختم ہوں، اور صارفین کو یہ احساس ہو کہ اصلاحات کا اصل مقصد استحصال نہیں بلکہ استحکام ہے۔

پاکستان کو پائیدار ترقی کے راستے میں درپیش چیلنجز

کنزیومر واچ رپورٹ

وفاقی وزیر خزانہ محمد اورنگزیب نے کہا ہے کہ پاکستان کو پائیدار ترقی کی شاہراہ پر آگے بڑھنے کے لیے ماحولیاتی تبدیلی اور تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی جیسے بڑے چیلنجز کا سامنا ہے۔ ان کے مطابق یہ دونوں عوامل نہ صرف معاشی استحکام بلکہ ملک کی عالمی ساکھ اور طویل المدتی پیداواری صلاحیت پر بھی گہرے اثرات ڈال رہے ہیں۔

رپورٹ کے مطابق وزیر خزانہ نے یہ خیالات پاکستان بزنس سمٹ سے خطاب کرتے ہوئے ظاہر کیے۔ یہ سمٹ گورنر خیبر پختونخوا فیصل کریم کنڈی کی سرپرستی میں منعقد ہوا، جس میں ملک کے پالیسی سازوں، کاروباری رہنماؤں اور کارپوریٹ ایگزیکٹوز نے معیشت، جدت طرازی اور عالمی مسابقت پر سیر حاصل گفتگو کی۔ اس کی میزبانی نٹ شیل گروپ اور البرکہ بینک نے کی جبکہ اوورسیز انویسٹرز چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری (OICCI) اس کا اسٹریٹجک پارٹنر تھا۔ محمد اورنگزیب نے اپنے خطاب میں کہا کہ پاکستان کی معیشت کو اس وقت کئی ایسے چیلنجز کا سامنا ہے جو فوری اور طویل المدتی دونوں طرح کی توجہ کے متقاضی ہیں۔ ان میں سب سے نمایاں چیلنج آبادی میں بے تحاشا اضافہ ہے جو وسائل پر دباؤ ڈال رہا ہے۔ دوسری طرف ماحولیاتی تبدیلیاں مثلاً سیلاب، خشک سالی اور غیر متوقع موسمی تغیرات زراعت، توانائی اور شہری زندگی کو متاثر کر رہی ہیں۔ ان کے مطابق اگر ان مسائل پر بروقت قابو نہ پایا گیا تو یہ ملک کی ترقی کی رفتار کو شدید نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

بچوں کی نشوونما اور غربت کا مسئلہ

وزیر خزانہ نے کہا کہ پاکستان میں بچوں کی نشوونما میں رکاوٹ، غربت اور ماحولیاتی دباؤ جیسے مسائل براہِ راست معیشت کی طویل المدتی پیداواری صلاحیت پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ صحت مند اور تعلیم یافتہ افرادی قوت کے بغیر کوئی بھی ملک پائیدار ترقی حاصل نہیں کر سکتا۔ انہوں نے زور دیا کہ حکومت تعلیم اور صحت کے شعبوں میں مزید سرمایہ کاری کے لیے پرعزم ہے تاکہ نئی نسل کو بہتر مواقع فراہم کیے جا سکیں۔

معیشت کے استحکام کے لیے اقدامات

حالیہ معاشی پیش رفت کا ذکر کرتے ہوئے محمد اورنگزیب نے کہا کہ حکومت کی پالیسیوں کے مثبت اثرات نظر آنا شروع ہو گئے ہیں۔ پالیسی ریٹ میں کمی کے باعث فنانسنگ لاگت کم ہوئی ہے، زرمبادلہ کے ذخائر میں اضافہ ہوا ہے اور کرنسی ریٹ میں استحکام پیدا ہوا ہے۔ ان عوامل نے سرمایہ کاروں کے اعتماد میں اضافہ کیا ہے اور سرمایہ کاری کے لیے ایک بہتر ماحول پیدا کیا ہے۔

انہوں نے کہا کہ سرمایہ کاروں کی سہولت کے لیے منافع کی واپسی کے نظام کو بھی بہتر بنایا گیا ہے تاکہ غیر ملکی سرمایہ کار بلا رکاوٹ اپنے منافع کو منتقل کر سکیں۔ اس کے نتیجے میں نہ صرف سرمایہ کاری بڑھے گی بلکہ پاکستان عالمی منڈی میں ایک پُراعتماد ملک کے طور پر سامنے آئے گا۔

ترسیلاتِ زر اور بیرونی ذمہ داریوں کی ادائیگی

وزیر خزانہ نے بتایا کہ بیرون ملک مقیم پاکستانیوں کی ترسیلاتِ زر ملکی معیشت کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ گزشتہ برس ترسیلات 38 ارب ڈالر تک پہنچ گئیں جبکہ رواں مالی سال ان کے 41 سے 43 ارب ڈالر تک پہنچنے کی توقع ہے۔ یہ اضافہ نہ صرف زرمبادلہ کے ذخائر کو سہارا دے گا بلکہ معیشت میں استحکام لانے میں بھی مددگار ہوگا۔ انہوں نے مزید کہا کہ پاکستان نے ستمبر میں یوروبانڈ کے 50 کروڑ ڈالر کے واجبات کامیابی سے ادا کیے ہیں جس سے عالمی منڈیوں میں ملک کی کریڈٹ ریٹنگ اور ساکھ بہتر ہوئی ہے۔ اپریل 2026 میں ایک ارب 30 کروڑ ڈالر کی مزید ادائیگی کے لیے بھی حکومت پُرعزم ہے اور ضروری اقدامات کیے جا رہے ہیں۔

ٹیکس اصلاحات اور ڈھانچہ جاتی تبدیلیاں

محمد اورنگزیب نے حکومت کی جامع ٹیکس اصلاحات کے عزم کو دہرایا اور کہا کہ ٹیکس پالیسی کو ٹیکس ایڈمنسٹریشن سے علیحدہ کرنے کی ضرورت ہے تاکہ شفافیت آئے، سرمایہ کاروں کا اعتماد بحال ہو اور پالیسی میں تسلسل قائم رہے۔ ان کے مطابق ٹیکس نیٹ کو وسیع کرنا اور آمدن بڑھانا وقت کی ضرورت ہے تاکہ ترقیاتی منصوبوں کے لیے وسائل میسر آسکیں۔

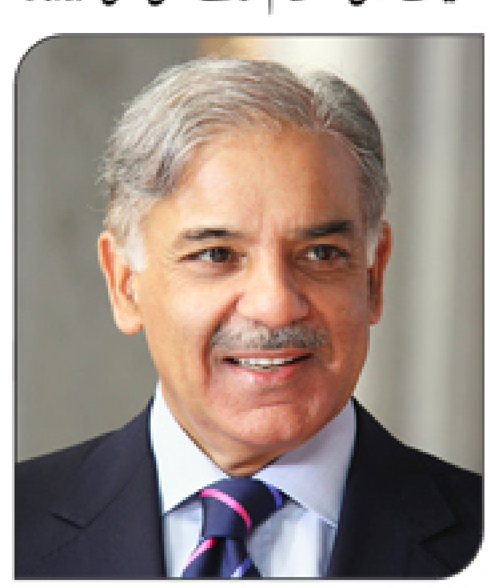

انہوں نے سرکاری اداروں میں اصلاحات، نجکاری کی کوششوں اور توانائی کے شعبے میں قیمتوں کے ڈھانچے پر نظرثانی کو حکومت کے اہم ایجنڈے کا حصہ قرار دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ اقدامات ملک کی معیشت کو مستحکم کرنے اور عالمی سطح پر مقابلے کے قابل بنانے میں مدد دیں گے۔

برآمدات پر مبنی ترقی کی حکمتِ عملی

وزیر خزانہ نے کہا کہ پاکستان کی معیشت کی مضبوطی برآمدات میں اضافے سے مشروط ہے۔ اس مقصد کے لیے حکومت ٹیرف اصلاحات کر رہی ہے تاکہ خام مال اور نیم تیار اشیا پر ڈیوٹیز کم کی جا سکیں اور مقامی صنعتوں کو عالمی منڈی میں مقابلے کے قابل بنایا جا سکے۔ انہوں نے غیر ملکی سرمایہ کاری کو راغب کرنے کے لیے حکومتی اقدامات کا بھی ذکر کیا اور کہا کہ بیجنگ، ریاض، واشنگٹن اور نیویارک میں حالیہ ملاقاتوں کے بعد سرمایہ کاروں کے اعتماد میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ ان ملاقاتوں کے نتیجے میں چینی کمپنیوں کے ساتھ 24 مشترکہ منصوبوں کے معاہدے بھی کیے گئے ہیں جو پاکستان کی صنعتی اور تجارتی سرگرمیوں کو نئی جہت فراہم کریں گے۔

ترقیاتی بجٹ اور سماجی شعبوں کی بہتری

محمد اورنگزیب نے قومی ترقیاتی بجٹ کے 4 کھرب 30 ارب روپے کے مؤثر استعمال کی اہمیت پر زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ اس بجٹ کا بڑا حصہ انفرااسٹرکچر، صحت اور تعلیم کے منصوبوں پر خرچ ہونا چاہیے کیونکہ یہی وہ شعبے ہیں جو براہِ راست عوام کی زندگیوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ حکومت کا مقصد صرف اقتصادی ترقی نہیں بلکہ پائیدار ترقی ہے، جس کے لیے معاشرتی اور ماحولیاتی پہلوؤں کو بھی ساتھ لے کر چلنا ضروری ہے۔ اسی تناظر میں حکومت لچکدار معیشت، بہتر طرزِ حکمرانی اور صوبائی و وفاقی سطح پر ہم آہنگی کے لیے اقدامات کر رہی ہے۔

وفاقی وزیر خزانہ کے خطاب نے واضح کر دیا کہ حکومت پاکستان معاشی استحکام اور ترقی کے لیے نہ صرف داخلی اصلاحات پر توجہ دے رہی ہے بلکہ عالمی سطح پر سرمایہ کاروں کے اعتماد کو بحال کرنے کے لیے بھی سرگرم ہے۔ بڑھتی ہوئی آبادی، غربت اور ماحولیاتی تبدیلی جیسے چیلنجز کے باوجود حکومت پُرعزم ہے کہ جامع پالیسیوں، نجی شعبے کے متحرک کردار اور بہتر ہم آہنگی کے ذریعے ملک کو پائیدار ترقی اور عالمی مسابقت کی راہ پر گامزن کیا جائے۔

پاکستان کی معیشت
استحکام سے اعتماد کی بحالی تک

کنزیومرواچ رپورٹ

پاکستان کی معیشت کئی دہائیوں سے چیلنجز، بحرانوں اور اصلاحاتی وعدوں کے گرد گھومتی رہی ہے۔ تاہم، حالیہ دنوں میں وزیرِ خزانہ محمد اورنگزیب کے واشنگٹن ڈی سی میں دیے گئے انٹرویو نے ملکی معیشت کے بارے میں ایک نئی امید اور اعتماد کا پیغام دیا ہے۔ ان کے مطابق پاکستان نے معاشی استحکام کے محاذ پر نمایاں پیش رفت حاصل کرلی ہے، جو کہ اعداد و شمار اور بین الاقوامی اشاریوں سے بھی جزوی طور پر جھلکتی ہے۔

معاشی استحکام اور پالیسی اقدامات

محمد اورنگزیب نے اپنی گفتگو میں سب سے پہلے ملک کی کرنسی کے استحکام اور زرمبادلہ کے ذخائر پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے بتایا کہ پاکستان کے پاس اس وقت اتنے ذخائر موجود ہیں جو ڈھائی ماہ کی درآمدات کے لیے کافی ہیں۔ اگرچہ یہ مدت بین الاقوامی معیار کے لحاظ سے مختصر ہے، تاہم ماضی کے بحران زدہ حالات کے مقابلے میں یہ بہتری ضرور کہی جاسکتی ہے۔

گزشتہ چند سالوں میں پاکستان کو آئی ایم ایف کے ساتھ سخت شرائط والے پروگراموں، بڑھتی ہوئی مہنگائی، کمزور کرنسی اور غیر یقینی سرمایہ کاری کے ماحول کا سامنا رہا۔ ایسے میں کرنسی کا استحکام، شرحِ سود میں کمی اور مہنگائی کا سنگل ڈیجٹ میں آنا یقیناً ایک مثبت اشارہ ہے۔

افراطِ زر اور شرحِ سود میں کمی

وزیرِ خزانہ کے مطابق ملک میں مہنگائی اب سنگل ڈیجٹ میں داخل ہوچکی ہے اور شرحِ سود کو نصف کردیا گیا ہے۔ اس پیش رفت نے نجی شعبے کے لیے سرمایہ کاری کے دروازے کھولنے میں مدد دی ہے۔ بلند شرحِ سود کے باعث کاروباری سرگرمیاں ماند پڑ گئی تھیں، جبکہ اب سود میں کمی سے چھوٹے اور درمیانے درجے کے کاروباروں کو ایک نئی زندگی ملنے کی توقع ہے۔

مہنگائی پر قابو پانے میں زرمبادلہ کی قدر کا استحکام، تیل کی عالمی قیمتوں میں معمولی کمی، اور حکومت کی مالی نظم و ضبط کی پالیسیوں نے کردار ادا کیا ہے۔ البتہ یہ کہنا قبل از وقت ہوگا کہ افراطِ زر مکمل طور پر قابو میں آچکی ہے، کیونکہ پاکستان میں موسمی، تیل کی قیمتوں، اور درآمدی اخراجات کے جھٹکے فوری اثر ڈالتے ہیں۔

بین الاقوامی اعتماد اور کریڈٹ آؤٹ لک میں بہتری

عالمی ریٹنگ ایجنسیوں کی جانب سے پاکستان کے کریڈٹ آؤٹ لک میں بہتری کا اعلان دراصل بین الاقوامی اعتماد کی بحالی کی علامت ہے۔ ان ایجنسیوں کے فیصلے سرمایہ کاروں کے لیے رہنمائی کا کام کرتے ہیں۔ اگر یہ رجحان برقرار رہا تو پاکستان کی ساکھ عالمی منڈیوں میں مزید مضبوط ہوگی، جس سے سرمایہ کاری، قرض گیری اور بانڈز کے اجرا میں آسانی ہوگی۔

چین کے ساتھ اقتصادی تعلقات: سی پیک کا نیا مرحلہ

جب چین کے ساتھ تعلقات کے بارے میں پوچھا گیا تو وزیرِ خزانہ نے انہیں "فولادی دوستی" قرار دیتے ہوئے کہا کہ سی پیک کے دوسرے مرحلے میں دونوں ممالک کا فوکس محض انفراسٹرکچر نہیں بلکہ مشترکہ سرمایہ کاری اور صنعتی ترقی پر ہے۔

انہوں نے بتایا کہ معدنیات، کان کنی، زراعت، مصنوعی ذہانت اور انفارمیشن ٹیکنالوجی جیسے شعبے مستقبل کے لیے کلیدی کردار ادا کریں گے۔

یہ وژن پاکستان کو ایک نئی سمت دیتا ہے جہاں ملک صرف سڑکوں اور بجلی کے منصوبوں تک محدود نہیں بلکہ ہائی ٹیک صنعتوں اور ویلیو ایڈڈ برآمدات کی طرف گامزن ہو۔

آئی ایم ایف کا اعتماد اور اصلاحاتی ایجنڈا

پاکستان نے حال ہی میں آئی ایم ایف کے ایکسٹینڈڈ فنڈ فسیلٹی (ای ایف ایف) کے تحت دوسری جائزہ رپورٹ کامیابی سے مکمل کی ہے، جس کے نتیجے میں اسٹاف لیول معاہدہ طے پایا۔ یہ معاہدہ اس بات کا اظہار ہے کہ فنڈ کو پاکستان کے اصلاحاتی ایجنڈے پر اعتماد ہے۔

وزیرِ خزانہ کے مطابق یہ اصلاحات ٹیکس نظام، توانائی کے شعبے، عوامی مالیات اور نجکاری پر مرکوز ہیں۔ اگر حکومت ان اصلاحات پر مسلسل عملدرآمد کرتی ہے تو نہ صرف بجٹ خسارہ کم ہوگا بلکہ پائیدار ترقی کی بنیاد بھی رکھی جاسکتی ہے۔

بین الاقوامی مارکیٹ تک رسائی اور نئی فنانسنگ

دو سال سے زائد عرصے کے بعد پاکستان کا دوبارہ بین الاقوامی تجارتی منڈیوں تک رسائی حاصل کرنا ایک اہم سنگ میل ہے۔ حکومت نے مشرق وسطی کے بینکوں سے قرض حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ پانڈا بانڈ کے اجرا کی تیاری مکمل کرلی ہے۔

یہ اقدام اس بات کا مظہر ہے کہ عالمی مالیاتی ادارے پاکستان پر اعتماد کرنے لگے ہیں۔

مزید برآں، پاکستان نے ستمبر میں 50 کروڑ ڈالر کا یورو بانڈ ادا کرکے اپنی کریڈٹ ہسٹری بہتر کی ہے اور اگلے سال اپریل میں 1.3 ارب ڈالر کی ادائیگی کے لیے بھی تیار ہے۔ اس طرح کے بروقت اقدامات نہ صرف قرض دہندگان کے اعتماد کو بحال کرتے ہیں بلکہ مستقبل میں سرمایہ حاصل کرنے کے لیے راہ ہموار کرتے ہیں۔

نجکاری میں پیش رفت: دیر سے مگر درست سمت میں

نجکاری کے معاملے پر وزیرِ خزانہ کا اعتراف حقیقت پسندانہ تھا کہ ماضی میں کارکردگی کمزور رہی، لیکن رواں مالی سال میں نمایاں پیش رفت دیکھی گئی۔

ایک چھوٹے بینک کی فروخت متحدہ عرب امارات کے گروپ کو مکمل ہونا مثبت اشارہ ہے۔ سب سے زیادہ توجہ پی آئی اے کی نجکاری پر مرکوز ہے، جو کئی دہائیوں سے قومی خزانے پر بوجھ بنی ہوئی ہے۔ اگر یہ عمل شفاف اور مؤثر انداز میں مکمل ہوجاتا ہے تو پاکستان کے مالیاتی بوجھ میں نمایاں کمی واقع ہوسکتی ہے۔

چیلنجز ابھی باقی ہیں

اگرچہ وزیرِ خزانہ کے بیانات حوصلہ افزا ہیں، مگر زمینی حقائق ابھی بھی چیلنجز سے بھرپور ہیں۔

پاکستان کا ٹیکس ٹو جی ڈی پی ریٹ خطے میں سب سے کم ہے۔ توانائی کے شعبے میں گردشی قرضے ایک بار پھر بڑھ رہے ہیں۔ برآمدات میں تنوع کی کمی اور صنعتی بنیاد کمزور ہے۔

اس کے علاوہ سیاسی عدم استحکام اور پالیسیوں کے تسلسل کا فقدان غیر ملکی سرمایہ کاروں کے لیے غیر یقینی فضا پیدا کرتا ہے۔

مستقبل کا راستہ

پاکستان کے لیے پائیدار ترقی کا راستہ صرف وقتی اصلاحات یا قرضوں پر نہیں بلکہ پیداواری معیشت کی تعمیر پر منحصر ہے۔

زرعی اصلاحات، برآمدات میں جدت، ٹیکس نیٹ کا پھیلاؤ، ڈیجیٹل اکانومی کی ترویج اور تعلیم و ہنرمندی میں سرمایہ کاری وہ عوامل ہیں جو معیشت کو مضبوط بنیاد فراہم کرسکتے ہیں۔

محمد اورنگزیب کی قیادت میں وزارتِ خزانہ نے اعتماد کی فضا بحال کرنے میں پیش رفت ضرور کی ہے، مگر یہ سفر ابھی ابتدائی مرحلے میں ہے۔ کامیابی تبھی ممکن ہوگی جب حکومت اپنی اصلاحاتی پالیسیوں پر تسلسل، شفافیت اور سیاسی استحکام کے ساتھ عملدرآمد کرے۔

پاکستان کی معیشت نے بلاشبہ استحکام کی جانب قدم بڑھایا ہے، جس کی تصدیق مالیاتی اشارے اور بین الاقوامی ادارے بھی کررہے ہیں۔ تاہم یہ استحکام ابھی ناپائیدار ہے، جسے مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے پالیسیوں کا تسلسل، ادارہ جاتی اصلاحات اور سیاسی ہم آہنگی ناگزیر ہے۔ اگر یہ تمام عوامل یکجا ہوجائیں تو پاکستان ایک بار پھر خطے کی ابھرتی ہوئی معیشت بن سکتا ہے۔

گورنمنٹ گرلز ڈگری کالج نارتھ ناظم آباد میں ادبی تنظیم ادب دوست کراچی کا مشاعرہ

رپورٹ: شاہ فہد

شہرِ قائد کی فعال اور نمایاں ادبی تنظیم "ادب دوست کراچی" کے زیرِ اہتمام گزشتہ دنوں گورنمنٹ گرلز ڈگری کالج نارتھ ناظم آباد میں ایک شان دار مشاعرے کا اہتمام کیا گیا۔ جس کی صدارت بین الاقوامی شہرت یافتہ کہنہ مشق شاعر، ادیب، نقاد، استاد الاساتذہ پروفیسر سحر انصاری (ستارہ امتیاز) نے فرمائی. مشاعرے کے مہمانِ خصوصی افتخار احمد ملک ایڈوکیٹ تھے جو فارسی زبان اور غالب شناسی کے حوالے سے اپنی خاص شناخت رکھتے ہیں۔ جب کہ مہمانِ اعزازی کی مسند پر ہمارے شہر کی ممتاز شاعرہ ثمین سیف تشریف فرما تھیں۔ مشاعرے میں آرٹس کونسل ڈسٹرکٹ سینٹرل کے ریزیڈنٹ ڈائریکٹر بشیر احمد سدوزئی نے شعراء اور طالبات کی حوصلہ افزائی کے لیے خصوصی شرکت کی۔

مسند نشینان کے علاوہ جن شعرائے کرام نے اپنا کلام سامعینِ محفل کی نذر کیا ان میں جلال الدین سعدی، پروفیسر خرم قمر، فخر اللہ شاد، سعدیہ شکیل سعدی، ذوالفقار قائم خانی، نازیہ غوث، شاہ فہد، ڈاکٹر مسرور پیرزادو، افضل شاہ، عارف نظیر، گل افشاں، روبینہ تحسین بینا، ہدایت سائر، آفتاب عالم قریشی کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ علاوہ ازیں نظامت کے فرائض راقم الحروف شاہ فہد نے انجام دیے۔

مشاعرے کے دوران پروفیسر روبی تبسم، پروفیسر عظمیٰ نور، پروفیسر رابعہ سمیت درجنوں اساتذہ کرام شعرائے محفل کے کلام سے محظوظ ہوتے رہے۔ آڈیٹوریم میں موجود سینکڑوں طالبات پسندیدہ اشعار پر شعرائے کرام کو مسلسل داد و تحسین پیش کرتی رہیں۔ مشاعرے کے اختتام پر کالج کی پرنسپل پروفیسر روبی تبسم نے شاندار مشاعرے کے انعقاد پر ادبی تنظیم ادب دوست کراچی کی چیئرپرسن گل افشاں، جنرل سیکریٹری شاہ فہد اور معزز مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ جس کے بعد پُر تکلف ریفریشمنٹ سے مہمانوں کی تواضع کی گئی۔

یاد رہے کہ ادبی تنظیم ادب دوست کراچی گزشتہ تقریباً آٹھ برسوں سے شہر کے مختلف مقامات بشمول اکادمی ادبیات سندھ، کراچی پریس کلب، آرٹس کونسل ڈسٹرکٹ سینٹرل، کراچی یونیورسٹی آرٹس آڈیٹوریم، کراچی یونیورسٹی اسٹاف کلب، پاکستان اسٹڈی سینٹر جامعہ کراچی، وفاقی اردو یونیورسٹی، سرسید گرلز کالج، گورنمنٹ ڈگری گرلز کالج برائے خواتین ناظم آباد، ارتقاء انسٹی ٹیوٹ آف ہیلتھ سائنسز سمیت درجنوں سرکاری و غیر سرکاری اداروں اور ریسٹورنٹس میں اردو شعر و ادب کے فروغ کے لیے شان دار ادبی تقریبات منعقد کر چکی ہے۔ شعر و ادب کی ترویج کے سلسلے میں سنجیدہ کاوشیں خصوصاً "شہرِ قائد کے تعلیمی اداروں میں مشاعروں کا انعقاد ادبی تنظیم "ادب دوست کراچی" کا وتیرہ رہا ہے۔

ایسا اے سی جو 5 گنا کم بجلی استعمال کرکے 4 گنا زیادہ ٹھنڈک فراہم کرتا ہے

پیرس (کنزیومرواچ نیوز) ''Caeli Énergie'' نامی فرانس کی ایک اسٹارٹ اپ کمپنی ایسی نئی ٹیکنالوجی پیش کر رہی ہے جو روایتی اے سی کے مقابلے میں تقریباً 5 گنا کم بجلی استعمال کرتی ہے، اور 4 گنا زیادہ ٹھنڈک فراہم کرتی ہے۔ اس ٹیکنالوجی میں ایڈیاباٹک کولنگ کا استعمال کیا گیا ہے۔ یہ قدرتی طریقہ ہے جہاں پانی ماحولیاتی ہوا میں بخارات بن کر گرمی جذب کرتا ہے جس سے ہوا ٹھنڈی ہوجاتی ہے۔ Caeli ٹیکنالوجی میں ہوا براہ راست پانی سے رابطہ نہیں کرتی یا نمی شامل نہیں ہوتی جس سے اندرونی نمی کا مسئلہ کم ہوجاتا ہے۔ اس ماڈل میں ہر 1 واٹ بجلی استعمال کرنے سے تقریباً 14 واٹ کا ٹھنڈا پن پیدا ہوتا ہے جو روایتی اے سی یونٹس کی کارکردگی سے تقریباً پانچ گنا بہتر ہے۔ Caeli کا یونٹ مکمل طور پر اندرونی ہے، یعنی باہر کمپریسر یا بیرونی بلاک کی تنصیب کی ضرورت نہیں۔ مزید براں کوئی مضر فرج گیس استعمال نہیں ہوتی۔ بیرونی گرمی کم کرتی ہے کیونکہ گرمی باہر نہیں نکلتی جیسی روایتی اے سی میں ہوتا ہے۔ اس ٹیکنالوجی سے توانائی کی بچت کی بنا پر بجلی کے بل اور کاربن اخراج دونوں کم ہوتے ہیں۔

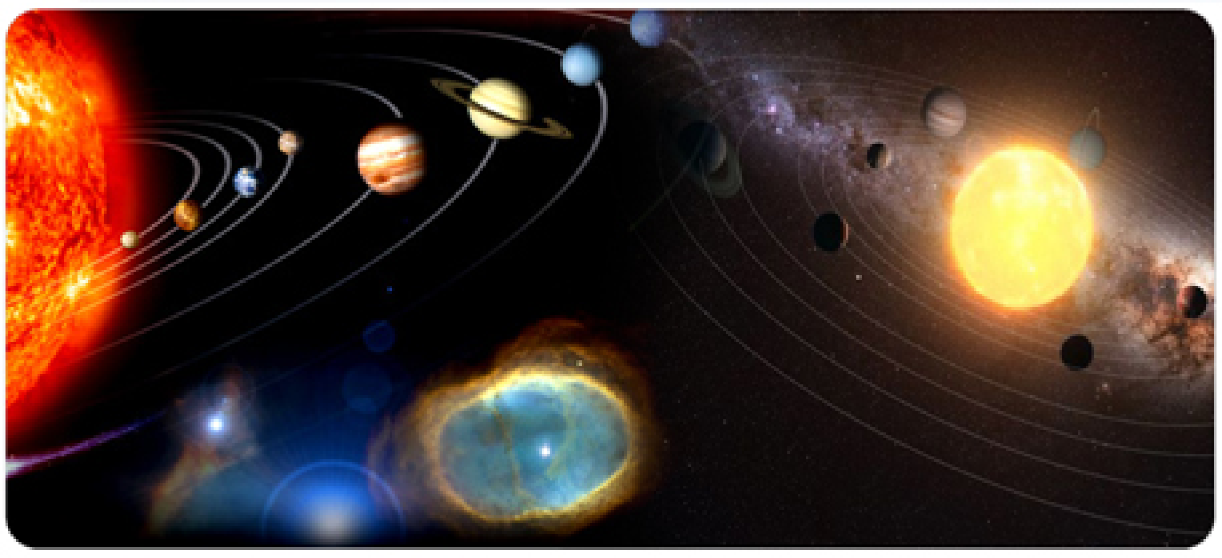

ہمارے شمسی نظام کے تمام سیارے ایک ہی مادے سے کیوں نہیں بنے؟

نیو یارک (کنزیومرواچ نیوز) یہ بات واقعی حیران کن لگتی ہے کہ سورج ایک ہی گیس اور گرد کے بادل سے بنا ہے اور پھر بھی ہمارے شمسی نظام کے سیارے ایک دوسرے سے اتنے مختلف مادے سے کیوں بنے ہیں؟ کوئی چٹانی سیارہ ہے، کوئی گیس کا بنا ہوا ہے، کوئی برفانی ہے۔ اصل میں اس فرق کی بنیادی وجوہات درج ذیل ہیں

1) ابتدائی سورج کی گرمی اور فاصلہ

جب سورج وجود میں آ رہا تھا، اس کے گرد موجود گیس اور گرد کا بادل بہت گرم تھا۔ سورج کے قریب درجہ حرارت بہت زیادہ تھا، اس لیے صرف بھاری اور پگھلنے کے قابل عناصر (جیسے لوہا، نکل، سیلیکان وغیرہ) ٹھوس رہ سکے۔ یہاں سے چٹانی سیارے بنے جیسے عطارد، زہرہ، زمین، مریخ۔

سورج سے دور درجہ حرارت بہت کم تھا، لہٰذا ہلکی گیسیں (جیسے ہائیڈروجن، ہیلیم، میتھین، امونیا، پانی کی برف) بھی جم کر اکٹھی ہو گئیں۔ یہاں سے گیس اور برفانی دیو سیارے بنے جیسے مشتری، زحل، یورینس، نیپچون

2) مادّے کی تقسیم اور کثافت

ابتدائی شمسی بادل میں مختلف قسم کے مادّے تقسیم تھے۔ بھاری دھاتیں اور معدنیات مرکز کی طرف زیادہ مرکوز تھیں۔ ہلکے عناصر باہر کی طرف زیادہ تھے۔ یہ قدرتی ''کیمیائی درجہ بندی'' نے سیاروں کی ساخت میں فرق پیدا کیا۔

3) وقت اور ٹکراؤ

سیارے چھوٹے چھوٹے اجسام کے ٹکرانے سے بنے۔ کچھ جگہوں پر ٹکراؤ کم ہوا اور چھوٹے چٹانی سیارے وجود میں آئے۔ کچھ جگہوں پر ٹکراؤ زیادہ اور گیس زیادہ جمع ہوئی اور بڑے گیس دیو وجود میں آئے۔

4) کیمیائی ساخت کی وراثت

شمسی بادل ایک پرانے سپر نووا دھماکے کے ملبے سے بنا تھا۔ یہ ملبہ خود مختلف عناصر پر مشتمل تھا، کہیں زیادہ آکسیجن، کہیں زیادہ کاربن، کہیں زیادہ لوہا وغیرہ۔ اس ابتدائی عدم توازن نے بعد میں بننے والے سیاروں کی ساخت کو بھی مختلف کر دیا۔

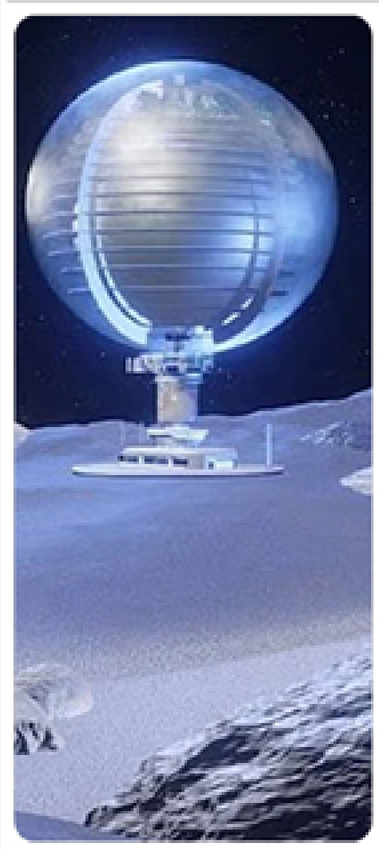

چاند پر خلانوردوں کے لیے ناسا کا قابلِ رہائش ببلز بنانے کا منصوبہ

نیو یارک (کنزیومرواچ نیوز) امریکی خلائی ادارے ناسا نے چاند پر خلانوردوں کی رہائش کے لیے منصوبہ پیش کر دیا۔ چاند پر خلانورد شیشے کے ببلز میں رہیں گے جو کہ چاند کی مٹی سے بنائے جائیں گے۔ رپورٹس کے مطابق ناسا ایک تحقیق کی مالی اعانت کر رہا ہے جس کا مقصد چاند پر بڑے بڑے قابل رہائش گولے بنانا ہے۔ چاند کی سرزمین پر موجود مٹی کے ساتھ چٹان اور معدن کے ذرات میں موجود باریک جزو کو زمین سے چاند پر پہنچنے کے بعد اکٹھا کیا جائے گا۔ اس میٹیریل کو گھروں میں استعمال کیے جانے والے مائیکرو ویو ٹیکنالوجی کو 'اسمارٹ مائیکرو ویو فرنیس' کے ساتھ استعمال کرتے ہوئے پگھلایا جا سکے گا۔ کمپنی کے آزمائشی گولے چند انچ چوڑے ہیں لیکن کمپنی کا مقصد ان گولوں کو پھیلا کر سیکڑوں یا ہزاروں فٹ تک پھیلا کر رہائش اور کام کے قابل ببلز بنانا ہے۔

ماہرینِ فلکیات نے خلا میں اربوں نوری سال فاصلے پر موجود انتہائی بڑا ڈبل رنگ ریڈیو اسٹرکچر دریافت کر لیا۔ یہ اسٹرکچر دریافت ہونے والا اب تک کا سب سے فاصلے پر موجود اور طاقتور 'اوڈ ریڈیو سرکل' (او آر سی) ہے۔

سائنس دانوں کے مشاہدے میں یہ عجیب و غریب

خلا میں اربوں نوری سال کے فاصلے پر موجود یہ پُراسرار دائرے کیا ہیں؟

دائرے چھ برس قبل آئے ہیں اور اب تک اس کے متعلق اس بات کی تصدیق ہوئی ہے کہ ان کا قطر ملکی وے کہکشاں سے 10 سے 20 گنا زیادہ ہے۔ او آر سی ریڈیو توانائی کے بڑے اور دھندلے دائرے ہوتے ہیں جو کہکشاؤں کے گرد ہوتے ہیں اور ان کا مشاہدہ صرف ریڈیو ویولینتھ پر کیا جاتا ہے۔ یہ تیزی سے حرکت کرنے والے میگنیٹائزڈ پلازمہ سے بنے ہوتے ہیں۔

ماضی کے مطالعوں کے مطابق یہ ممکنہ طور پر سپر میسو بلیک ہولز یا پوری پوری کہکشاؤں کے ٹکرانے کے سبب شدید شاک ویو بننے سے وجود میں آتے ہیں۔

گزشتہ ہفتے کے مقبول اسمارٹ فونز کی فہرست جاری، متعدد نئی انٹریاں

بیجنگ (کنزیومرواچ نیوز) ٹیکنالوجی کمپنی شاؤمی کا اسمارٹ فون 17 پرومیکس کی تیسرے ہفتے بھی مقبول ترین اسمارٹ فونز کی فہرست میں پہلی پوزیشن برقرار ہے۔ مقبول اسمارٹ فونز کی جاری ہونے والی تازہ ترین فہرست درج ذیل ہے:

فہرست کے مطابق شیاؤمی 17 پرومیکس پہلے، ایپل آئی فون 17 پرومیکس دوسرے اور سام سنگ گلیکسی ایس 25 الٹرا تیسرے نمبر پر موجود ہیں۔

شیاؤمی 15 ٹی پرو 5 جی چوتھے، سام سنگ گلیکسی اے 56 پانچویں، ون پلس 15 فائیو جی (نئی انٹری) اور شیاؤمی 17 پرو فائیو جی ساتویں پوزیشن پر ہیں۔

آٹھویں پوزیشن پر سام سنگ گلیکسی ایم 17 فائیو جی (نئی انٹری)، ایپل آئی فون 17 نویں اور سام سنگ اے 17 فائیو جی (نئی انٹری) دسویں نمبر پر براجمان ہیں۔

لندن (کنزیومرواچ نیوز) کیا ویڈیو گیمز واقعی بچوں میں پرتشدد رویے پیدا کرتے ہیں؟ سائنسدانوں نے اس پر کئی دہائیوں سے تحقیق کی ہے اور آج تک کے مجموعی اتفاقِ رائے کے مطابق اس کا جواب ہاں بھی ہے اور نہیں بھی۔

امریکن سائیکولوجیکل ایسوسی ایشن کی رپورٹ کے مطابق اگرچہ پرتشدد ویڈیو گیمز کھیلنے سے جارحانہ خیالات یا الفاظ وقتی طور پر بڑھ سکتے

کیا ویڈیو گیمز بچوں میں پرتشدد رویوں کی وجہ ہیں؟

ہیں لیکن یہ حقیقی تشدد یا جرائم میں تبدیل نہیں ہوتے۔ یعنی، بچے ''غصہ یا مقابلے'' کے موڈ میں آسکتے ہیں مگر وہ دوسرے کو نقصان نہیں پہنچاتے۔ دوسری جانب آکسفورڈ یونیورسٹی کی ایک بڑی تحقیق نے پایا کہ ویڈیو گیمز کھیلنے اور بچوں کے جارحانہ رویے کے درمیان کوئی واضح تعلق نہیں ہے۔ ویڈیو گیمز کے اثرات ہر بچے پر یکساں نہیں ہوتے۔ اصل فرق اس بات سے پڑتا ہے کہ والدین کتنی رہنمائی کرتے ہیں، بچہ کتنے گھنٹے کھیلتا ہے اور وہ کونسے گیمز کھیلتا ہے۔

یعنی گیمز کا اثر بچے کے ماحول، تربیت اور وقت کے استعمال پر منحصر ہے۔

چیف ایڈیٹر: شیخ راشد عالم

ایڈیٹر: نشید آفاقی

صارفین سے سرکار تک

کنزیومر واچ

CONSUMER WATCH PAKISTAN

Government of Pakistan office of the Press Registrar Islamabad Registration No.2793

H41، پی ای سی ایچ ایس، بلاک 2، کراچی فون نمبر: 021-34528802-3